هفت روزه

خدام الدین لاہور

بیاد

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۴ر جمادی الاوّل ۱۴۰۴ھ

۱۷ر فروری ۱۹۸۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۲/۰ روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح ——— محمد سعید الرحمٰن علوی

زکوٰۃ و عشر سے آگے بھی خرچ کے مراحل ہیں

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قَالَتْ قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ فِی الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ ثُمَّ تَلَا لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ الآیہ۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ، ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا:۔

"اصل نیکی اور بھلائی کا معیار یہ نہیں ہے کہ (عبادت میں) تم مشرق کی طرف اپنا رخ کرو یا مغرب کی طرف، بلکہ اصل نیکی کی راہ بس اُن لوگوں کی ہے جو ایمان لائے اللہ تعالےٰ پر اور آخرت کے دن پر، اور ملائکہ پر اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اس کے نبیوں پر، اور جنہوں نے مال کی محبت کے باوجود اس کو خرچ کیا قرابتداروں پر اور یتیموں مسکینوں پر اور مسافروں اور سائلوں پر اور غلاموں کو آزادی دلانے میں اور اچھی طرح قائم کی انہوں نے نماز اور ادا کی زکوٰۃ....

○ اللہ تعالےٰ خالق ہیں اور ہر نوع مخلوق انہی کی پیدا کردہ ہے۔ وہ خالق ہونے کے ساتھ رازق بھی ہیں اور کسی کو روزی سے محروم نہیں رکھتے۔

○ انسان اشرف المخلوقات ہے اسے اللہ رب العزت نے پاکیزہ روزی عطا فرمائی (یہ الگ بات ہے کہ اس میں بعض ایسے ہوتے ہیں جو اپنی روزی خراب کر لیتے ہیں) جو انسان، انسان ہونے کے باوصف اللہ رب العزت کی عبادت و بندگی سے محروم رہتے اور مجرمانہ تغافل کا مظاہرہ کرتے ہیں یا اس سے بھی آگے بڑھ کر وہ اس کے ساتھ کفر و شرک کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ روزی سے محروم انہیں بھی نہیں رکھتا۔

○ مخلوق خداوندی میں اور بالخصوص انسان کے معاملہ میں رزق کا معاملہ ایسا ہے کہ وہ سب یکساں ہیں ان میں کمی بیشی ممکن ہے اور اس پر اللہ رب العزت کا کلام شاہد ہے۔

معاشرہ کے صاحب ثروت و متمول حضرات کی قانونی و اخلاقی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ معاشرہ کے مفلوک الحال اور کمزور طبقات کا لحاظ و خیال رکھیں اور ان کو ہر ممکن سہولت و آسائش بہم پہنچائیں۔

اہل اسلام میں جو متمول ہیں ان پر قانونی ذمہ داری کے طور پر زکوٰۃ، عشر، صدقہ فطر، قربانی وغیرہ جیسی چیزیں لازم ہیں جو غرباء اور مساکین کا حق ہے۔ لیکن یہ سوچ لینا کہ اس حق کے بعد کوئی اور حق نہیں، یہ ایسی سوچ ہے جس کا قرآن و سنت ساتھ نہیں دیتے ——— قرآن کی متعدد آیات اور نبی کریم علیہ السلام کے ان گنت ارشادات تو ایسے ہیں جن میں کمزور مخلوق کے

(باقی ۱۷ پر)

باتیں اُن کی یاد رہیں گی | حضرت لاہوریؒ کے ارشاداتِ عالیہ کا مسلسل انتخاب

(قسط ۴)

محبوب حقیقی (اللہ تعالےٰ) کی محبت کا ثبوت

فقط تعظیم شعائر اللہ سے ملتا ہے

قرآن مجید کا ادب

قرآن مجید ایک علمی کتاب ہے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ تمام اقوام عالم کے لئے دنیا میں عزت دلانے اور آخرت میں عذاب الٰہی سے بچانے والا دستور العمل ہے اس کا ادب یہی ہے کہ مسلمان کے ہر بچہ کے لئے اس کی تعلیم لازمی ہونی چاہئے۔ ابتداءً ناظرہ پڑھایا جائے۔ جب بچے میں اتنی علمی استعداد پیدا ہو جائے کہ اس کے معنی کو سمجھ سکے تو پھر بامعنی پڑھایا جائے۔ فقط اس کی تعلیم حاصل کر لینا کافی نہیں ہے بلکہ جو جو احکام ہم سے متعلق ہوں ان پر ساتھ ساتھ عمل بھی کیا جائے۔

خانہ کعبہ کا ادب

خانہ کعبہ کا ادب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ——— وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ○ (سورۃ آل عمران۔ ع ۱۰۔ پ ۴)

ترجمہ: اور لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا اللہ کا حق ہے۔ جو شخص اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔

حاصل یہ نکلا کہ ہر وہ شخص جس کے پاس خانہ کعبہ تک جانے اور آنے کا زادراہ ہے اور جن کا نان و نفقہ ان کے ذمہ ہے۔ ان کے لئے بھی اتنا روپیہ ہے کہ اس کے آنے تک وہ بآسانی زندگی بسر کر سکیں۔ تو اس کا فرض ہے کہ حج کرنے کے لئے ضرور جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم کا ادب

ترجمہ: البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے جو اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔ (سورۃ الاحزاب ع ۳ پ ۲۱)

حاصل یہ ہے کہ ہر مسلمان مرد و زن کا فرض ہے کہ اپنا زندگی کے ہر لمحہ میں سیّد المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کرے اور اسی تابعداری کو اپنے لئے دنیا میں عزت اور آخرت کی نجات کا ذریعہ خیال کرے اللّٰھم اجعلنا منھم۔

جس نے اتّباع نہ کیا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا

ترجمہ: عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ میری امت پر بھی ضرور وہ وقت آئے گا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل پہ آیا تھا۔ جوتی کے ایک تلہ کے دوسرے تلہ کے برابر ہونے کی طرح۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ کھلم کھلا بدکاری کی تھی تو میری امت میں بھی ایسا ہوگا جو یہ کام کرے گا۔ اور تحقیق بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹے تھے تو میری امت تہتّر

فرقوں میں بٹے گی۔ سوائے ایک فرقہ کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔ لوگوں نے عرض کی — یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کونسا فرقہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا "جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں"
(رواہ الترمذی)

اپنے علماء اور خطباء سے مطالبہ

برادرانِ اسلام! آپ نے ارشاد نبویؐ سن لیا کہ آپؐ کی امت میں سے یعنی مسلمان کہلانے والے اور کلمہ پڑھنے والے فرقوں میں سے بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے — اور فقط حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقہ پر چلنے والا فرقہ بہشت میں جائے گا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ علماء کرام اور اپنی مسجد کے جمعہ کے خطیبوں سے پوچھا کریں کہ حضرت! جو دین آپ ہمیں سکھا رہے ہیں اور اپنے مخالفین کو کافر فرما رہے ہیں کیا یہ وہی دین ہے جو آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے حرمین شریف سے چلا تھا۔

برادرانِ اسلام! اپنے رہبروں سے پوچھنا آپ کا حق ہے۔ اور ان حضرات کا فرض ہے کہ آپ کو مطمئن کریں۔ یہ بھی یاد رہے کہ تاویلوں یا ہیر پھیر کرکے آپ کو مطمئن کرنا چاہیں تو ہرگز خاموش نہ ہوں۔ بلکہ ان سے صاف اقرار لیجئے کہ کیا یہ دین آپؐ کے مبارک زمانہ میں تھا؟

برادرانِ اسلام! اگر اس طریقہ پر علماء سے سوال کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کھرے، اصلی اور سچے دین تک پہنچ جائیں گے۔

نماز کا ادب

برادرانِ اسلام! جس عقل سے آپ دنیا کا کاروبار چلاتے ہیں اسی عقل سے اللہ تعالیٰ کے تعلق کو درست رکھیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو جائیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہشت میں بھی پہنچ جائیں گے۔

اب دیکھئے! اگر کوئی شخص آپ کا کہنا زبان سے مان لیتا ہے لیکن اس پر عمل نہیں کرتا تو کیا آپ اس سے راضی ہو سکتے ہیں۔ اور کیا آپ اسے جھوٹا، فریبی اور مکار نہیں کہیں گے — مثلاً آپ نے نوکر سے کہا کہ پانی لا دو۔ اس نے سن کر کہا بہت اچھا حضور! مگر پانی نہ لائے۔ کیا آپ اسے جھوٹا، فریبی اور غدار نہیں کہیں گے۔ اسی پر اللہ تعالیٰ کے تعلق کو قیاس کر لیجئے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ پانچ وقت (صبح، ظہر، عصر، مغرب، عشاء) کی نماز باقاعدہ اور لازمی طور پر پڑھو۔ اب ایک شخص اقرار کرے کہ چونکہ میں مسلمان ہوں اس لئے مجھے پانچوں نمازیں پڑھنی چاہئیں۔ مگر ایک بھی نہ پڑھے تو کیا وہ تمہارے نوکر کی طرح جھوٹا مسلمان، فریبی مسلمان، دغاباز مسلمان نہیں کہلائے گا۔

ایک یا دو پڑھے

یا مثلاً کوئی مسلمان ایک یا دو نمازیں پڑھے پانچ پوری نہ پڑھے۔ تو اس کی مثال ایسی ہے کہ آپ کے کھانے میں روٹی، سالن اور پانی یہ چیزیں ضروری تھیں۔ مگر فقط روٹی دے کر چلا جائے سالن اور پانی نہ لائے یا مثلاً سالن دے کر چلا جائے روٹی اور پانی نہ لائے اور بے فکر ہو کر بیٹھ جائے کیا آپ اس کو غدار اور بددیانت ایسے ناموں سے نہیں یاد کریں گے کیا اس کو شریف اور جنٹلمین کا لقب دے سکتے ہیں؟ اپنا معاملہ اپنے مالک حقیقی سے بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔

وما علینا الا البلاغ

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شعائر اللہ کا ادب اور ان کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور



جلد ۲۹ • شمارہ ۳۳
۱۴ جمادی الاول ۱۴۰۴ھ • ۱۷ فروری ۱۹۸۴ء

— رئیس الادارہ —
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور

— مجلس ادارت —
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

اس شمارے میں

احادیث الرسولؐ
باتیں ان کی یاد رہیں گی
سعودی عرب اور پاکستان (اداریہ)
ذکر سے محروم دل ...... (مجلس ذکر)
حکمران کی اصلاح کیسے کی جائے (خطبہ جمعہ)
اصلاح معاشرت وغیرہ

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
۸۰/-	۴۵/-	۲۵/-

فی پرچہ ۲/- روپے

طابع: منہاج الدین اصلاحی • مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر: مولانا عبید اللہ انور
مقام: اندرون شیرانوالہ دروازہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سعودی عرب اور پاکستان

سعودی عرب کو کوسنے کا فائدہ کس کو ہوگا —؟

اے کاش! ساری دنیا کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوتے، آپس میں باہم شیر و شکر ہو کر رہتے، ایک دوسرے کے غم کو اپنا غم اور خوشی کو اپنی خوشی تصور کرتے — ان کا امیر و خلیفہ ایک ہوتا اور دائیں اور بائیں کے لایعنی تصورات اور گروہوں سے الگ ہو کر صراط مستقیم پر ان کا عمل ہوتا — لیکن افسوس کہ یہ ایسی خواہشات ہیں جن کا بڑے عرصہ سے خون ہو رہا ہے اور نہ معلوم کب تک خون ہوگا — ایک عرصہ سے اسلامی سربراہ کانفرنس، وزرائے خارجہ کے اجلاس، اسلامی مالیاتی بینک، اسلامی نیوز ایجنسی جیسے تکلفات بھی ہیں لیکن روحِ اسلام کسی معاملہ میں نظر نہیں آ رہی اور اگر مسلمان حکومتیں (نہ کہ اسلامی حکومتیں) دائیں بائیں کا شکار ہیں تو ہر مسلم ملک کے اندر بھی دائیں بائیں کی لابیاں باقاعدہ مصروفِ عمل ہیں — دوسرے مسلم ممالک جن المیوں کا شکار ہیں اسی قسم کے المیے خود وطنِ عزیز پاکستان میں بھی موجود ہیں بلکہ شاید باقی ممالک سے کہیں بڑھ کر — اور ہمارے نقطۂ نظر سے اس کے دو سبب ہیں پہلا سبب تو یہ ہے کہ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا کہ اس میں ہر نوع کی بے لگامی کو جائز رکھا گیا۔ ابتدائی قیادت سے لے کر موجودہ قیادت تک، ہر کسی نے یہاں اسلام کو کند چھری سے ذبح کیا۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ جن مقربانِ بارگاہِ الست نے حالات کے تیور دیکھ کر بڑے خلوص اور دیانت سے تقسیم ملک کی مخالفت کی تھی آئے دن مختلف حوالوں سے انہیں کوسا جاتا اور ان کی توہین کی جاتی ہے — اور بقول حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ

یہاں جو مصائب ہیں ان کا سبب مولانا مدنی جیسے بے نفس اور فرشتہ سیرت بزرگوں کی توہین ہے۔

یہی اسباب و عوامل تھے جنہوں نے ملک کو دو لخت کیا۔ ملک کے دو لخت ہونے کے بعد ہمیں کون سی ہوش آ گئی کہ ہم سنبھل گئے۔ اس طوطا چشمی کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا مسلم ملک اپنے آدھے وجود سے محروم ہونے کے بعد ایک بار پھر نیم جاں ہے۔ اس کا صوبہ سندھ ایک ایسے آتش فشاں کی شکل اختیار کر چکا ہے جو کسی وقت پھٹ سکتا ہے، بلوچستان کا قریب قریب یہی حال ہے، صوبہ سرحد، افغانستان کے حالات سے سب سے زیادہ متاثر ہونے کے سبب ستم کا شکار ہے — رہ گیا پنجاب تو اس سے متعلق کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ مظلوم پنجابیوں کی حوصلہ مندی، وسعت ظرفی اور دوسروں کے لئے دل فراخ رکھنے کے باوصف ہر گالی اس کا مقدر ہے۔ رفیا حسرتا۔

روس بڑی طاقت ہے، ہمارے پڑوس میں ہے اور ہم سے سخت الرجک، ہندوستان بھی پڑوسی لیکن اس سے بھی ہمارا تعلق نہ ہونے کے برابر ہے بالعموم ہمارا انحصار امریکہ پر ہے اور اس کے لئے وجہ جواز اس کی "مذہب سے دوستی" ہے لیکن یہ وجہ جواز گھڑنے والے نہیں جانتے کہ جس مذہب کا امریکہ علمبردار ہے اس مذہب کے نام لیواؤں سے صدیوں ہماری لڑائیاں رہی ہیں۔ وہ امریکہ فلسطینیوں کا قاتل، اسرائیل کا سرپرست اور ۱۹۷۱ء کی جنگ میں ہمارے ساتھ کھلی منافقت کا برتاؤ کرنے والا ہے — اس کے ہاتھوں عالم اسلام کا انگ انگ مجروح ہے لیکن ہم ہیں کہ اس کی مذہب دوستی کے حوالے سے اسے اپنا اَن داتا سمجھتے اور اس سے ہر طرح کی امیدیں وابستہ کئے بیٹھے ہیں۔

اس المیہ کے ساتھ دوسرا المیہ ہمارا خوفناک اندرونی انتشار ہے۔ یہ انتشار مذہب و سیاست اور ہر میدان میں موجود ہے بلکہ اتنی جڑیں پکڑ چکا ہے کہ پناہ بخدا — عالم اسباب میں سعودی عرب سے ہمارے تعلقات نہایت بہتر اور اچھے ہیں۔ ہمارے مقدس مقامات اس ملک میں ہیں۔ جن سے ہماری جذباتی وابستگی ہے۔ اور سعودی حکمران اپنی مالی نوازشات سے بھی ہمیں بے حد نوازتے ہیں۔ لیکن ہمیں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر سعودی کنٹرول پسند نہیں (صحیح لفظوں میں ان مقامات مقدسہ کی سعودی جو خدمت کر رہے ہیں وہ گوارا نہیں) ہماری عدلیہ کے ایک معزز ترین رکن نے سب سے پہلے انگلینڈ کی (؟) سرزمین پر کھڑے ہو کر مطالبہ کیا کہ ان شہروں کو سعودی حکمرانوں کے کنٹرول سے نکالا جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان صاحب کی اولاد سعودی یونیورسٹیوں میں زیرِ تعلیم ہے — اس کے بعد مختلف حوالوں سے سعودی عرب کے خلاف نفرت کی فضا پیدا کرنے کی مہم جاری رہی اور اب کراچی اور لاہور میں سعودی عرب کے خلاف باقاعدہ جلوس نکالے گئے۔ ان جلوسوں کی خبروں پر مشتمل سپیشل خبرنامے چھاپ چھاپ کر ملک میں تقسیم کئے جا رہے ہیں (جن پر پرنٹ لائن تک نہیں) ان خبرناموں کی ایک کاپی ہمیں بھی میسر آئی، اسے پڑھ کر ایسے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کا اسرائیل کے خلاف یا مسلمانوں کا جن سنگھیوں کے خلاف کوئی احتجاجی خبرنامہ ہے۔ یہ حرکات "اہل دین" کر رہے ہیں، حکومت خاموش تماشائی ہے اور اسے محض اپنے اقتدار کے استحکام سے دلچسپی ہے اور بس — اہل اقتدار کو سوچنا چاہیئے کہ اقتدار ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں ہمیشہ رہنے والی چیز ملک، قوم، اصول اور نظریات ہوتے ہیں۔ اپنی ذات کی خاطر ان چیزوں کو داؤ پر لگا دینا عقل مندی نہیں، ایسی سونچ

(باقی ۲۰ پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : ادارہ

ذِکر سے محروم دِل قبر کی مانند ہے

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

معزز حضرات و محترم خواتین!

ذکر قرآن کے الفاظ میں "اکبر" ہے کیونکہ ذکر نام ہے یاد الٰہی کا، جب اللہ رب العزت "اکبر" ہے تو اس کی یاد اور اس کا ذکر بھی اکبر ہے۔ حضور نبی مکرم رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے زنگ آلود دلوں کی اصلاح و پاکیزگی اور صفائی کے لئے جو نسخہ کیمیا ارشاد فرمایا ہے، وہ "ذکر" ہے۔ بعض حضرات نے لکھا اور بالکل صحیح کہ

"ذکر کا عمل دل کو صاف کرنے میں اسی طرح مؤثر ہے جس طرح تانبے کی صفائی میں "بالو" مؤثر ہے۔ لیکن باقی عبادات بھی دل کی صفائی میں کام آتی ہیں لیکن ان کی حیثیت وہ ہے جو زنگ آلود تانبے کے لئے صابون کی ہے۔ ظاہر ہے کہ صابون سے پوری صفائی نہیں ہوتی لیکن "بالو" سے زنگ اور میل کچیل اس طرح فنا ہو جاتی ہے گویا تھی ہی نہیں۔

اور جس کو یہ سعادت و نعمت نصیب ہو جاتی ہے اس کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بلکہ کئی وقت کی بھوک کے بعد جس طرح کوئی انسان لب گور ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی کا چراغ گل ہونے لگتا ہے اس طرح یاد الٰہی سے غفلت پیام موت و اجل بن جاتی ہے — حضرت امام ابن قیم قدس سرہٗ نے ایسے ہی اہل قلب کے حق میں ایک شعر لکھا جس کا ترجمہ ہے:

"جب ہم بیمار پڑ جاتے ہیں تو تمہاری یاد سے اپنا علاج کرتے ہیں اور جب کسی وقت یاد سے غافل ہو جائیں تو مرنے لگتے ہیں"۔

اور جو لوگ اس نعمت سے محروم ہیں ان کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص حیاتِ مادی سے محروم ہو جائے۔ ایسا ہوتا ہے تو اس کا ٹھکانہ قبر ہوتا ہے، کوئی بھی شخص مرنے والے کو زیادہ دیر تک نہیں رکھتا۔ تعلقات و علائق کیسے ہی ہوں قبر کی جلدی ہوتی ہے۔ جو دل یاد الٰہی سے خالی ہے وہ زندہ نہیں مردہ دل ہے اور اس کا جسم اس کے لئے قبر کی مانند ہے — بقول حضرت حافظ ابن قیم رحؒ:

"اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جانا اور فراموش کر دینا ان کے قلوب کی موت ہے اور ان کے جسم زمین والی قبروں سے پہلے ان کے مردہ دلوں کی قبریں ہیں اور ان کی روحیں سخت وحشت کا شکار ہیں ان کے جسموں سے، اور ایسے لوگوں کے لئے قیامت اور حشر سے پہلے زندگی نہیں"۔ گویا جیسے گنہگار اور

مجرم شخص قبر میں بے چین و مضطرب ہوگا۔ اور فرشتوں کی طرف سے ہونے والی اذیت کے سبب پریشان ہوگا۔ اسی طرح وہ روح اور دل پھڑپھڑاتا اور پریشان ہوتا ہے جو ذکر سے محروم ہے۔ ذکر کے سبب دل کو طمانیت و سکون نصیب ہوتا ہے اور بغیر ذکر وہ پریشان و بے حال ہوتا ہے گویا بغیر ذکر پرندہ ہے جو پنجرہ میں ہے اور ذکر ہو تو اس مچھلی کی مانند ہے جو پانی میں ہے۔

قرآن کریم نے اسی لئے کہا۔

یاد رکھو دلوں کا اطمینان میری یاد میں ہے ——— بندہ اسے یاد کرتا ہے تو وہ بندے کو یاد کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے اور جسے اللہ تعالے یاد فرمانا شروع کر دیں، سوچیں وہ بے قرار ہو سکتا یا بے چین ہو سکتا ہے؟ آج ہر شخص اضطراب و بے چینی اور پریشانی کا شکار ہے دوائے دل کی تلاش میں ہر کوئی سرگرداں ہے لیکن بدنصیبی یہ ہے کہ جس منڈی میں ہمارے دل کا ارمان لٹا ہے اسی سے ہم دوائے دل تلاش کر رہے ہیں، جو متاعِ زیست ہمارے اجاڑنے کا سبب ہے اسی کو ہم روح کا قرار سمجھ بیٹھے ہیں۔

عزیزو! دل اللہ تعالے کی تجلیات کا مرکز اور اس کی یاد سے معمور ہوگا تو سکون ہوگا ورنہ نہیں۔ دل ایسا بنا لو کہ اس میں اسی کا ورد و ذکر ہو۔ اور بس ——— قرآن کی ایک آیت سورۃ احزاب کی ابتدا میں ہے۔ اس کا ترجمہ ایک ہندی خادمِ قرآن نے خوب کیا کہ

"سلطان محبت کی عدالت میں دل کی تقسیم کا کوئی قانون نہیں، دل کو دل کے خالق کی یاد کا منبع بنا لو تو انشاء اللہ خیر ہو جائے گی سکون نصیب ہوگا۔ اطمینان ملے گا اور رب العزت کی طرف سے طمانیت و تسکین کی نوید نصیب ہوگی۔ اس کے بغیر دل مردہ ہوگا اور انسان زمین پر چلتا پھرتا لاشہ، قبر کی طرح مٹی کا ڈھیر اور جلی ہوئی آگ کی راکھ۔ اس دل کو بچاؤ، اس پر محنت کرو اور اس میں اپنے خالق کو بسا لو، اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ: خطبہ جمعہ

لے کر کھلے کفر کی گرم بازاری شروع ہو جائے تو پھر دینی غیرت اور حمیت اسلام کا لازمی تقاضا ہے، کہ آدمی بتوفیقِ الٰہی وہ کر گذرے جو اس کا تقاضا ہو ——— گویا اسلام کا راستہ ہر معاملہ میں عدل و اعتدال کا ہے وہ حکمران کو بعض معاملات کا پابند کرتا ہے تو رعایا کو بھی بعض ذمہ داریاں یاد دلاتا ہے نہ اسے شتر بے مہار کا کردار ادا کرنے کا حق ہے نہ انہیں سستی شہرت کے لئے "مجاہد" بننے کی اجازت، شخصی اور قومی معاملات کا دائرہ الگ الگ ہو اور ہر دائرے کے تقاضوں کا احساس رکھا جائے ——— اگر اس فطری تعلیم کا لحاظ رکھ کر اس پر عمل کر لیا جائے تو آج کے مسائل کا حل آسانی سے سامنے آ جائے گا، اے کاش! امت ان باتوں کا لحاظ کرتی ———

بقیہ: الفرقان کا ایک اداریہ

دیا جا رہا ہے، وہ واقعہ میں ایسا نہیں بلکہ اس کے برعکس خالصتاً شیعی ذہن اور ارادوں کا حامل ہے یعنی مختصراً یہ کہ وہ اسلامی نہیں بلکہ شیعی انقلاب ہے۔

رہی یہ بات کہ شیعی انقلاب اسلامی کیوں نہیں ہو سکتا؟ اس کو سمجھنے کے لئے ضرورت ہے کہ ہم شیعیت کے اصول و عقائد، اُس کے مقاصد و اغراض اور اُس کی تاریخ سے واقف ہوں۔

اس مقالہ میں جس مضمون کا ذکر ہے وہ چندے بعد خدام الدین کے

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب: علوی

حکمران کی اصلاح کیسے کی جائے؟

قومی اور شخصی معاملات کا دائرہ الگ الگ ہے

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی!

بعد از خطبہ مسنونہ:-

بزرگانِ محترم، برادرانِ عزیز! جناب نبی محترم رسول مکرم صلوات اللہ تعالے علیہ و سلامہ کا ایک ارشاد حضرت امام احمد بن حنبل قدس سرہ نے اپنی معرکۃ الآراء حدیثی کتاب مسند احمد میں نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:-

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّنْصَحَ لِذِيْ سُلْطَانٍ بِاَمْرٍ فَلَا يُبْدِهٖ عَلَانِيَةً وَّلٰكِنْ لِيَاْخُذْ بِيَدِهٖ فَيَخْلُوْ بِهٖ فَاِنْ قَبِلَ مِنْهُ فَذَاكَ وَاِلَّا كَانَ قَدْ اَدّٰى الَّذِيْ عَلَيْهِ۔

اس روایت کے راوی سیدنا عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اس کا تعلق حکمرانوں کو نصیحت کرنے سے ہے ——— اسلام اپنی جامعیت اور ہمہ گیری کے اعتبار سے کسی بھی معاملہ میں بانجھ نہیں۔ وہ بھرپور رہنمائی کرتا اور اصول و کلیات سے نوازتا ہے۔ اس کی معاشرتی زندگی کا ایک اہم حصہ ریاست ہے۔ جس کی تعریف حضرت الامام الشاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے ان الفاظ میں کی ہے: (ترجمہ ملاحظہ فرمائیں)

"لوگوں کی ایک ایسی جماعت جو ایک ہی نظامِ تمدن کے تابع اور پابند ہو اور باہم مل جل کر اجتماعی زندگی بسر کریں اس جماعت کو اگرچہ وہ مختلف شہروں میں رہتے ہوں شخص واحد سمجھا جاتا ہے۔"

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص۴۴)

اس اجتماعی اور جماعتی زندگی کو جب تقسیم کیا جاتا ہے تو شکل اس طرح بنتی ہے کہ حاکم و محکوم کا تصور سامنے آتا ہے لیکن اسلام اپنے متمدن اور سنہری اصولوں کے حوالہ سے ایسی اصطلاحات کا بھی روادار نہیں جن میں ایسی بو آتی ہو جس سے شرفِ انسانی مجروح ہوتا ہو حاکم و محکوم کی اصطلاحات ایسی ہیں جو اسلام کے اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ یہاں راعی اور رعایا، اولی الامر اور ان جیسی اصطلاح پسند کی جاتی ہیں اور یہ تقسیم اس لئے ناگزیر ہے کہ اس کے بغیر گاڑی چل نہیں سکتی۔ اللہ رب العزت نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے لیکن اس میں "منکم" کی شرط لگائی ہے کہ ایسے اولی الامر ہوں جو دین و ایمان اور عقیدہ اور فکر کے اعتبار سے تمہارے ہوں اور ساتھ ہی فرما دیا کہ جب کسی مرحلہ پر راعی اور رعایا میں اختلاف کی شکل پیدا ہو جائے تو پھر

تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول کریم علیہ السلام کی سنت کے مطابق معاملہ طے کر لو۔

یہ معاملہ کیسے طے ہو؟

انتظامی معاملات کی اصطلاح کے لئے انتظامی باڈی ضروری ہے جس کو خلیفہ، صدر، امیر، وزیر اعظم یا کوئی بھی نام دیا جا سکتا ہے. ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم نے غیر ملکی افکار کے حوالہ سے بعض الفاظ کو پسند اور بعض کو ناپسند کی سند دے رکھی ہے — مثلاً ہمارے یہاں "مِلک" کا لفظ بڑے مکروہ معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور "ملوکیت" ایک گالی بن کر رہ گئی ہے، اول تو ملوکیت نہایت مہمل اصطلاح ہے کیونکہ اگر "ملک" کی نسبت سے یہ لفظ بنا ہے تو ملکیت ہونا چاہیئے نہ کہ ملوکیت' لیکن لفظی بحث سے الگ ہو کر بنی اسرائیل کے واقعات میں ایک نبی کی زبان سے اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوْتَ مَلِکًا۔ فرمایا گیا ہے۔ اور یہ اس وقت کا قصہ ہے جب بنی اسرائیل نے وقت کے نبی سے یہ درخواست کی کہ جہاد کے لئے ایک امیر کا انتظام ہو اس پر اللہ رب العزت کی طرف سے نبی نے "طالوت" کے ملک ہونے کا اعلان فرمایا۔ جناب طالوت نے جس طرح جہاد کیا اور جس طرح اللہ کے دین کی سربلندی اور مظلوموں کی نصرت کا فرض ادا کیا اس سے ان کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

بہرحال اصل قصہ ایسے نظام کا ہے جس میں شرافت ہو' عدل ہو' مساوات ہو اور لوگوں کو ہر طرح سکون میسّر ہو۔ اس کا اصطلاحی نام کیا ہو؟ اس سے کوئی سروکار نہیں۔ اور ایک فرد یا ایک جماعت کو اس مقصد کے لئے ذمہ دار قرار دینے کا نام آج کی زبان میں انتخاب کہلاتا ہے۔ یعنی ایسی شکل ہو کہ لوگ اس قوت حاکمہ پر اعتماد رکھتے ہوں. جب راعی رعایا کا باہمی اعتماد ہو ایک دوسرے کے لئے خیر و نصیحت کا جذبہ ہو تو حضور علیہ السلام نے اسے بہتر قرار دیا لیکن جب آپس میں بے اعتمادی ہو اور خیر کے بجائے شر کے جذبات ہوں تو پھر الامان —

حکمران کی ذمہ داری اور وہ کیسا ہو؟

جہاں تک قرآن و سنّت کے اصولوں کا تعلق ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمران ذہنی اور جسمانی طور پر بالغ نظر، شجاع اور بہادر ہونا چاہیئے۔ وہ قومی امور میں ان معاملات سے بطریق احسن واقفیت رکھنے والے لوگوں سے مشورت کا پابند ہے جسے شوریٰ کہا جاتا ہے۔ شوریٰ صاحب صلاحیت و تقویٰ لوگوں پر مشتمل ہو نہ کہ ایسے افراد پر جو محض "یس مَین" کا کردار ادا کریں۔

پھر اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ فرائض و واجبات کی اقامت و ادائیگی کا اہتمام کرے جس کی تعبیر اقامت صلاۃ و ایتاء زکوٰۃ سے کی گئی ہے اور معاشرے کو ہر قسم کی گندگی سے پاک کرے اور معروف و بھلائی کی ترویج کرے یعنی "امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر" گویا اسلام کا ذوق ہے کہ حکمران فرد ہو یا افراد، وہ خود خیر و تقویٰ کے علمبردار ہوں اور اپنی ذات کی حد تک نہیں بلکہ پورا معاشرہ ان خوبیوں کا گہوارہ ہو — اسی لئے کہ پہلے یہ گذر چکا ہے کہ عوام امیر کی اطاعت کریں اور امیر عدل و تقویٰ اختیار کرے۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ امام عادل قیامت میں سب سے افضل لوگ شمار ہوں گے اور ظالم حکمران سب سے برے — پھر بخاری مسلم کی ایک روایت ہے

جس کے راوی حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ:-

"مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ جس بندہ کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا راعی (حکمران و نگران) بنا دے اور پھر وہ اس کی پوری پوری خیر خواہی نہ کرے تو ایسا حکمران جنّت کی خوشبو بھی نہ پائے گا"

اور ایک روایت حضرت عمرو بن مُرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جس کو امام ترمذی قدس سرہٗ نے نقل کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"جو حکمران ضرورت مندوں اور کمزور بندوں کے لئے اپنا دروازہ بند کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت' اس کی ضرورت اور اس کی مسکینی کے وقت آسمان کے دروازے بند کر دے گا"

اور رعایا کا کام؟

رعایا کا کام یہ ہے کہ وہ اس وقت تک حکمران کی اطاعت کریں جب تک حکمران خلاف شریعت کا حکم نہ دے۔ اور حکمران الٹے راستے پر چل نکلے تو عزیمت و استقامت کا راستہ اختیار کرنا اور کلمہ حق کہنا افضل ترین فرض قرار دیا — لیکن افضل جہاد کی بھی کچھ حدود ہیں' احتیاط کی بڑی ضرورت ہے۔

اس حدیث میں جو ابتدا میں نقل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا

"جو شخص کسی صاحب امر کو کسی بات کی نصیحت کرنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ علانیہ نصیحت نہ کرے بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے تنہائی میں لے جائے. اور اپنی بات اس کے سامنے رکھے۔ اگر وہ قبول کر لے اور مان لے تو بہت اچھا ورنہ نصیحت کرنے والے نے اپنا فرض ادا کر لیا"

غور فرمائیں کہ اللہ کے نبی ایک طرف اس کے سامنے سچی بات کہنے کو افضل جہاد فرما رہے ہیں تو دوسری طرف خاموش نصیحت کا ارشاد ہوتا ہے۔ ذرا سا احتیاط کے ساتھ ہو جائے تو یہ بات ہر شخص کے ذہن میں آسانی سے آ جائے گی کہ ایک ہیں وہ معاملات جن کا تعلق امت سے ہے، ملک و ملت کا مفاد ان سے وابستہ ہے ایسے معاملات میں حکمران کی بے راہروی پر کلمۂ حق کہنا ہوگا کہ ایسے موقعہ پر خاموشی قومی مفاد سے غداری ہے اور ایسی مصلحت کوشی شرعاً غلط ہے لیکن حکمران کے شخصی معاملات میں دراڑ نظر آتی ہے تو اس پر واویلا شرعاً صحیح نہیں. بلکہ اس وقت لازم ہے کہ اس حدیث کو پیش نظر رکھے اور اس کے مطابق خیر خواہی، خلوص اور اصلاح کے جذبہ سے اسے صورتِ حال سے مطلع کرے۔ اس سے حکمران لازمی اثر یہ لے گا کہ یہ شخص میرا بہی خواہ اور مخلص ہے اور امید قوی ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر لے گا اور مقصد اصلاح ہی ہے لیکن اگر وہ نصیحت و خیر خواہی پہ کان نہیں دھرتا تو کہنے والا اپنے فرض سے سبکدوش ہو گیا جیسا کہ حدیث میں کہا گیا ہے — تاہم ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ ایسی شکل کے بعد حکمران کی اطاعت کا قلادہ گلے میں باقی رہنے دیا جائے. یا اتار پھینکا جائے تو اس ضمن میں احادیث نبوی سے جو کچھ سامنے آتا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ "کفر بواح" کا ظہور جب تک نہ ہو اس وقت تک اطاعت سے انحراف جائز نہیں۔ جب ایسی شکل ہو جائے کہ قانون و اختیار کا سہارا

(باقی ۸ پر)

الفرقان کا ایک اداریہ

بلاتبصرہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی اس سنت کو متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے کہ حق کی دعوت کے ساتھ ساتھ باطل کی دعوت بھی اپنی تمام فتنہ انگیزیوں، فریب کاریوں اور ملمع سازیوں کے ساتھ چلتی ہے۔ حق کی دعوت انبیاء اور اس کے سچے وارثین چلاتے ہیں اور باطل کی دعوت شیاطینِ انس وجن اور ان کے اولیاء و انصار چلاتے ہیں —— اور حق و باطل کی اس کشمکش کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ جو حق کو اختیار کرے وہ بھی اختیار اور تمیز کے ساتھ کرے اور جو باطل کی جانب جانا چاہے وہ بھی سمجھ بوجھ کر اور اتمام حجت کے بعد جائے۔ اور یہ مقصد باطل کے پوری طرح سامنے آجائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، جس طرح کہ سفیدی کا پورا تصور سیاہی کے مشاہدہ کے بغیر اور دن کی روشنی کی قدر رات کی تاریکی کے تجربہ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ پس اسی حکمت سے اللہ تعالیٰ حق کے مقابل میں باطل کو بھی زور آزمائی کا موقع دیتا ہے —— لیھلك من ھلك عن بینة ویحیٰ من حیّ عن بینة۔

اہل بصیرت جانتے ہیں کہ ہر باطل کا باطل ہونا بالکل کھلا نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات باطل اس قسم کا کھلا ہوتا ہے کہ وہ اوپر سے حق ہی حق نظر آتا ہے، اور خاصی تعداد میں اسے حق کہنے والے لوگ ہر طرف دکھائی دیتے ہیں۔ اس پر حق کا لیبل چڑھا ہوتا ہے اور بظاہر اس میں حق کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا جبکہ فی الحقیقت وہ خالصتہً باطل ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث کی زبان میں ایسے باطل کو زخرف، فتنہ اور دجل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سورۂ انعام میں ارشاد ہوا ہے:

کذالك جعلنا لکل نبیٍ عدوًا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورًا ولو شاء ربك ما فعلوہ فذرھم وما یفترون ولتصغیٰ الیہ افئدة الذین لا یؤمنون بالآخرة ولیرضوہ و لیقترفوا ما ھم مقترفون۔

اور اسی طرح ہم نے انسانوں اور جنوں کے اشرار کو ہر نبی کا دشمن بنایا۔ وہ ایک دوسرے کو "پرفریب باتیں[1]" القا کرتے ہیں دھوکا دینے کے لئے، اور اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ یہ نہ کر پاتے، تو تم ان کو ان کی ان افترا پردازیوں میں پڑا رہنے دو، اور ایسا اس لئے ہے کہ اس کی طرف ان لوگوں کے دل جھکیں (لگے) جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور تاکہ وہ اس کو پسند کریں اور جو کچھ انہیں کمانا ہے وہ کما لیں۔

اس آیت کے مرکزی مضمون کو ہم مختصراً یوں بیان کر سکتے ہیں۔

۱۔ جب بھی کوئی نبی (یا کسی داعی حق) کی دعوتِ حق بلند ہوتی ہے تو اس کی مخالفت کے لئے شیاطین انس وجن اپنی باطل دعوت پر حق کا لیبل چڑھا کر دعوت حق کے مقابلہ کے لئے میدان میں اتر آتے ہیں، اہل باطل کو یہ چھوٹ اللہ تعالیٰ کی بے بسی کی وجہ سے نہیں ملتی (ولو شاء ربك ما فعلوہ) بلکہ یہ سب اس کی مشیت و حکمت اور اس کے قانون امتحان و ابتلاء کے تحت ہوتا ہے۔

۲۔ شیاطین و اشرار کی چلائی ہوئی یہ حق نما باطل دعوتیں انہی لوگوں کو اپیل کرتی ہیں جن کی نگاہیں آخرت کے انجام اور جنت و دوزخ پر نہیں بلکہ اس دنیاوی زندگی کی چمک دمک اور یہاں حاصل ہونے والی شوکت و عزت پر ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے دنیا میں غلبہ و قوت ہی ان کو معیار حق نظر آنے لگتا ہے۔ اسی سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ اس کے برعکس وہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام کے مزاج کے مطابق آخرت میں نجات ہی کو اصل معیار اور حقیقی مقصود سمجھتے ہیں وہ ایسے باطل پروپیگنڈوں سے متاثر نہیں ہوتے ——

اسی قسم کے مضمون کی ایک آیت سورۂ حج میں بھی ہے۔

وما ارسلنا من قبلك من رسولٍ ولا نبیٍ الا اذا تمنّیٰ القی الشیطٰن فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ واللہ علیم حکیم لیجعل ما یلقی الشیطان فتنة للذین فی قلوبھم مرض والقاسیة قلوبھمؕ وان الظالمین لفی شقاقٍ بعید ولیعلم الذین اوتوا العلم انہ الحق من ربك فیؤمنوا بہ فتخبت لہ قلوبھم وان اللہ لھاد الذین اٰمنوا الی صراط مستقیم۔

اس آیت کے مرکزی مضامین کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ نبی کے کام اور اس کے ارادوں و منصوبوں میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالنا اور رخنہ اندازی کرنا شیطان کا مستقل مشغلہ ہے۔

۲۔ اس کشمکش کا انجام صرف یہ ہوتا ہے کہ شیاطین کے اٹھائے ہوئے فتنوں کو تو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے اور حق کو رسوخ و قرار بخشتا ہے۔

۳۔ ان شیطانی فتنوں سے متاثر صرف وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے دل میں (دنیا کی محبت اور آخرت سے بے توجہی کا) روگ ہوتا ہے اور جن کے دل سخت ہوتے ہیں۔

۴۔ وہ لوگ دین کی صحیح سمجھ رکھتے ہیں وہ قطعاً متاثر نہیں ہوتے، بلکہ ان کے ایمان میں ان فتنوں سے اور تازگی و قوت آتی ہے۔

۵۔ جو لوگ صحیح ایمانی ذوق رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صحیح راہ پر خود چلاتا ہے اور ادھر اُدھر بھٹکنے سے ان کی حفاظت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس قانون فتنہ و ابتلاء کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اتمام حجت اور کمال نصح و خیر خواہی کے طور پر اُمّت کو آنے والے تمام بڑے فتنوں سے آگاہ فرما دیا تھا، اس سلسلہ کے آپ کے سینکڑوں ارشادات کتب حدیث میں اور عام طور سے فتن، ملاحم اور علامات نبوت کے ابواب کے تحت محفوظ ہیں۔ ان احادیث میں سے ایک حدیث کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم "لا تقوم الساعة حتی یخرج ثلاثون کذابا دجالا کلھم یزعم انہ رسول اللہ"۔[2]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ قیامت سے پہلے پہلے ۳۰ کذاب و دجال ظاہر ہوں گے جن میں سے ہر ایک اللہ کا رسول ہونے کا دعویٰ کرے گا۔

یہاں اس حدیث کی مفصل تشریح مقصود نہیں ہے۔ ہمیں اس کے ذیل میں جو بات عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ: دجل کے معنی ہیں (۱) خلط ملط کر دینا (۲) تلبیس، یعنی شیطانی چالوں سے دوسروں کو دھوکے اور التباس میں ڈال دینا۔

---

[1] یہ مفہوم ہے "زخرف القول غرورا" کا! اصل میں زخرف اس چیز کو کہتے ہیں جو اندر سے اتنی چمکیلی نہ ہو جتنی باہر سے نظر آتی ہو۔ اسی مناسبت سے یہاں یہ لفظ قرآن مجید نے ایسے باطل کے لئے استعمال کیا ہے جسے ملمع سازی کے ذریعہ جاذب نظر بنا دیا جائے۔ تمام علمائے لغت و تفسیر نے یہی مفہوم مراد لیا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو لسان العرب مادۂ زخرف، مفردات القرآن للاصفہانی۔

[2] یہ ایک طویل حدیث ہے راوی حضرت ابوہریرہ ہیں۔ اسے امام بخاری نے علامات نبوت میں، امام مسلم اور امام ترمذی نے فتن میں، امام ابو داؤد نے ملاحم میں روایت کیا ہے۔ تقریباً تمام کتب حدیث میں یہ حدیث موجود ہے۔ سنن ابی داؤد میں اس حدیث کی ایک روایت کے الفاظ تھوڑے سے مختلف ہیں یعنی یہ کہ کلھم یزعم انہ رسول اللہ کے بجائے یہ الفاظ ہیں کلھم یکذب علی اللہ و رسولہ (ان میں سے ہر ایک اللہ و رسول کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرے گا) دجالی فتنوں کا دائرہ ان الفاظ کی رو سے صرف دعوئ نبوت تک محدود نہیں رہتا، بلکہ اس کے علاوہ جھوٹ کی دوسری شکلیں بھی اس میں آجاتی ہیں۔

(۳) تمویہ، یعنی ملمع سازی کرنا اور حقیقت کو چھپانا اور باطل کو حق بنا کر پیش کرنا۔[1] اس حدیث میں یہ آگاہی دی گئی ہے کہ امت کو وقتاً فوقتاً ایسے دجالوں[2] سے سابقہ پڑے گا جو ملمع سازی کر کے اور دجل و فریب کے ذریعہ باطل کو حق قرار دے کر اس کی جانب لوگوں کو دعوت دیں گے۔ یہی وہ بات ہے جو مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں کہی گئی ہے۔

امت کی چودہ سو سالہ تاریخ دراصل ان دجالوں کے دجل و فریب اور داعیان حق کی دعوت و عزیمت کی کشمکش کی تاریخ ہے ــــ جس میں مد و جزر کا تسلسل صاف نظر آتا ہے۔

عصر حاضر میں جس میں کہ پروپیگنڈے، پبلسٹی اور اشتہار بازی کے فن نے غیر معمولی ترقی کر لی ہے اور مکاری و فریب دہی ہر شعبۂ حیات میں ترقی کا زینہ بن گئی۔ اہل باطل کی دجالی شان کچھ زیادہ ہی ابھر کر سامنے آئی ہے۔ آج کے باخبر آدمی کو ہر طرف سے عدل و انصاف، ناوابستگی، داخلی مسائل میں عدم مداخلت، حریت فکر، آزادی رائے، عالمی امن، انسانیت کی خیر خواہی، معاشی مساوات اور سماجی عدل و انصاف، غریبوں اور کمزوروں کے حقوق، یہاں تک کہ جانوروں کے حقوق، اتحاد و اتفاق، رفاہ عام اور اس طرح کے سینکڑوں حسین و جمیل اور "مقدس" نعرے سنائی پڑتے ہیں ــــ اور جب اسے نظر آتا ہے کہ جو لوگ جتنے زور سے یہ نعرے بلند کر رہے ہیں وہ لوگ شقاوت قلبی انسانی اقدار سے محرومی، بے رحمی اور درندگی کی اتنی ہی بڑی مثال قائم کر رہے ہیں۔ اور جس کا ظاہر جتنا حسین و جمیل اور پرکشش ہے اُس کا کردار اتنا ہی زیادہ سیاہ اور وحشتناک ہے ــــ تب اور اس تجربہ کے بعد اسے "دجالیت" کی حقیقت سمجھ میں آنے لگتی ہے۔

لیکن شاید اس لئے کہ چودھویں صدی ہجری کے آخر میں تلبیس اور دجالیت کی یہ شکلیں پرانی ہو چلی تھیں اور اب لوگ ان خوشنما عنوانات کے پردے میں چھپے ہوئے غلاظت کے ڈھیروں کو پہچاننے لگے ہیں تو اب اس نے ایک نیا لبادہ اوڑھا اور وہ لبادہ تھا اسلامی انقلاب کا، اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ سرزمین ایران جو تاریخ کے متعدد فتنوں کا مرکز رہی ہے، ایک بار پھر اس "اندھے فتنہ" نے اسی سرزمین کا انتخاب کیا۔

ایک ایسی قوم کو جو مدتوں سے اپنی اصل دولت کی بے قدری اور اپنے مقصد کو چھوڑ کر لہو و لعب میں لگ جانے کی وجہ سے منصب امامت سے من جانب اللہ معزول کر دی گئی ہو، اور اس منصب کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے نہ جانے کیسے کیسے ارمان اس کے جوانوں کے سینوں میں مچل رہے ہوں۔ جب دنیا میں کسی خطہ سے اسلامی انقلاب اور حکومتِ الٰہیہ کی آواز سنائی دے تو اس کا اس آواز کی جانب بے ساختہ دوڑ پڑنا ظاہری طور پر۔ بعید از قیاس نہیں معلوم ہوتا ــــ لیکن ہم نے اور سب نے دیکھا کہ وہ تمام لوگ جن کے بارے میں کم ازکم اپنے تجربہ و مشاہدہ کی حد تک یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ آخرت پر ایمان اور اس کے دُور رس اثرات اور تقاضوں اور ذوقِ ایمانی اور نہج نبوت کے فہم اور اس پر استقامت سے بہرہ مند تھے۔ ایک سکنڈ کے لئے بھی اس آواز کی "دجالیت" کے بارے میں متردد نہیں ہوئے تشیعیت کی تاریخ سے قدرے تفصیلی واقفیت بھی اس گمراہی سے بچنے میں بہت سے لوگوں کے لئے معاون ثابت ہوئی۔

لیکن ایک تعداد ان حضرات کی بھی

---

[1] ملاحظہ ہو لسان العرب مادۂ دجل، الفائق للزمخشری: ۱/۳۸۶ طبع قاہرہ ۱۹۴۵ء النہایۃ لابن الاثیر: ۱۴/۲، طبع المکتبۃ الخیریۃ قاہرہ، فتح الباری ۶/۶۱۷ توزیع دار الافتاء ریاض۔

[2] بہت سے لوگوں کے ذہن میں دجال نامی صرف ایک شخص کا تصور ہے۔ جسے احادیث کے بیان کے مطابق حضرت عیسٰی علیہ السلام قتل کریں گے ــــ صحیح یہ ہے کہ دجال کسی ایک شخص کا نام نہیں بلکہ کذاب کی طرح ایک صفت ہے۔ البتہ مسیح دجال آخری دجال ہوگا اور دجالوں کے سلسلہ کا امام و خاتم!

تھی جنہیں اگرچہ اس انقلاب کی صحیح اسلامیت سے دوری کے بارے میں تو پہلے دن سے کوئی شک نہیں تھا۔ البتہ وہ اس کے ظاہری قابل قدر پہلوؤں کو نقطۂ اشتراک قرار دے کر مثبت انداز سے اس کی خامیوں کو دُور کرنے کی رائے اور اسی سے نفع کی امید رکھتے تھے ــــ اور ان کی اس رائے میں منفی اسلوب کی مضرت رسانی کے سلسلہ میں ان کے ذوق و تجربہ کو دخل تھا، جو فی نفسہ صحیح ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ امت کے بیشتر اختلافات اسی نوعیت کے ہیں، اور ان کی اصلاح کا صحیح طریقہ بھی یہی ہے لیکن یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ہر اختلاف اور ہر فتنہ کی نوعیت یہ نہیں ہے۔ بسا اوقات کسی جزوی اختلاف کے پس پردہ پورے نظام شریعت کے خلاف اور نبوت محمدی کے خلاف بغاوت ہوتی ہے اور اس صورت میں طریقۂ اصلاح بھی مختلف ہوتا ہے۔ مانعین زکوٰۃ کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور بالآخر تمام صحابہ کرام رضؓ کا رویہ، خوارج کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طرز عمل، عباسی دور میں ابھرنے والے کتاب و سنت سے استغناء و استخفاف کے اور عقل پرستی کے رجحان نیز یونانی تمدن و فلسفہ کی مرعوبیت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے فتنۂ خلق قرآن کے سلسلہ میں امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ کا موقف۔ تصوف و روحانیت کا لبادہ اوڑھ کر ابھرنے والی باطنیت اور مشرکانہ اطوار و عادات کے خلاف ائمہ اسلام ابن جوزی، ابن تیمیہ اور ابن قیم کا جہاد، قادیانیت و بہائیت وغیرہ دجالی فتنوں کے بارے میں پوری امت کا مؤقف اور روز اول سے آج تک شیعیت کے بارے میں تمام مجددین و مصلحین اور اہل علم و ذکر کا اتفاقی موقف، ہندوستان ہی میں ابھرنے والی تحریک خاکسار کے بارے میں اہل علم و بصیرت کا رویہ۔ غرض کہ ایسے تمام فتنوں کے بارے میں امت کے تمام اہل حل و عقد کا یکساں رویہ اختلافات کی اس تقسیم کی کم ازکم اجمالی وضاحت کے لئے کافی ہے۔

بہر حال ایسے حضرات کے سامنے جس رفتار سے مشیت الٰہی کے مطابق ایرانی انقلاب کی نا اسلامیت واضح ہوتی گئی، اسی رفتار سے ان کی رائے میں تغیر آتا گیا۔

اسی طبقہ میں ان سطور کے راقم کے برادر معظم مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی بھی ہیں۔ بھائی صاحب مدظلہ کی افتادِ طبع سے جو لوگ واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان کے مزاج کا ایک اہم وصف تثبت و احتیاط ہے۔ اسی وجہ سے ایرانی انقلاب کے بارے میں انہوں نے کسی رائے کے اظہار میں عجلت نہیں کی بلکہ خاموشی سے اس کے مطالعہ میں مصروف رہے ــــ ناظرین کرام یہاں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ان کا قیام ۶-۷ سال سے لندن میں ہے۔ اور وہاں کے رہنے والے کسی شخص کے لئے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے دو ذریعے تھے۔ مغربی ذرائع ابلاغ اور اسلامی حلقوں کی طرف سے شائع ہونے والے اخبارات و رسائل ــــ اور جیسا کہ ان دونوں کا مطالعہ کرنے والے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ یہ دونوں اس انقلاب کو خالص اسلامی قرار دینے میں زمین و آسمان کے کیسے کیسے قلابے ملا رہے تھے ــــ اول الذکر تو اس جذبہ سے کہ اس انقلاب کی خونریزیوں کو اسلام سے جوڑ کر اسلام کی تصویر کو زیادہ سے زیادہ مسخ کر کے مغربی دنیا کے مادیت زدہ کروڑوں عوام کو اسلام سے دُور کیا جائے جو مختلف اسباب و عوامل سے قابلِ لحاظ رفتار سے اسلام کی طرف آ رہے ہیں اور ثانی الذکر تو اس وجہ سے کہ اُن کا تصورِ اسلام ایران والوں کے تصورِ اسلام سے بہت زیادہ مختلف نہیں۔ یا یوں کہئے کہ جب انہوں نے ایک طاقت کو دنیا کے ایک بڑے ظالم گروہ (امریکی بلاک) سے پنجہ آزمائی کرتے ہوئے دیکھا تو ایک مظلوم کی نفسیات کے عین مطابق انہیں یہ پنجہ آزمائی کرنے والی طاقت اپنی ہمدرد اور دوست نظر آنے لگی۔ اور بسا اوقات مظلوم سے یہ غلطی ہوتی ہے کہ وہ اپنے دشمن سے لڑنے والے ہر انسان کو اپنا دوست سمجھ بیٹھتا ہے خواہ فی الحقیقت وہ خود بھی اس کا دشمن ہو۔ اور براہِ راست پہلے اس سے الجھنے کی بجائے اس کی حکمت عملی

کا تقاضا یہ ہو کہ وہ اس کے دشمن سے لڑنے لگے اور اسے اپنی جانب سے مطمئن کر کے بعد میں نسبتاً زیادہ سہولت کے ساتھ اپنا ہاتھ اس پر صاف کرے۔

میرے خیال میں ان دونوں وُجوہ ہی کی بنا پر شروع میں بھائی صاحب مدظلہ کے سامنے تصویر کا ایک رخ زیادہ اُبھر کر آیا ـــــ اگرچہ ذہن تصویر کے دوسرے رخ کو بھی "دریافت" کرتا رہا ـــــ پھر تقدیر الٰہی نے دستگیری کی اور ایک لطیفۂ غیبی کے طور پر بھائی صاحب مدظلہٗ کا سفر ایران ہوا ـــــ اس سفر میں انہوں نے جو کچھ دیکھا اور اس سے جو کچھ اخذ کیا اور اس کے بعد سے اب تک جو حقائق سامنے آئے اور ان کی روشنی میں جو رائے قائم ہوئی وہ سب آئندہ صفحات میں آپ انہی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ اپنے اس مضمون میں بھائی صاحب نے شہادت کی ذمہ داری کی کامل ادائیگی اور تصویر کے ظاہری و باطنی دونوں رخوں کی وضاحت کے لئے مشاہدات و تاثرات کے ان پہلوؤں کو بھی قدرے تفصیل سے بیان کر دیا ہے جن سے دور کے اندازوں کی بظاہر تصدیق ہوتی تھی۔

یہاں سلسلۂ کلام کو تھوڑا سا روک کر ایک بات کہہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

بالکل ممکن ہے کہ راقم سطور کی اس تحریر کو جس میں ایران کی موجودہ قیادت کے انقلابی عمل کے متعلق فتنہ و زخرف اور دجل جیسے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے بعض حضرات مبالغہ اور بے اعتدالی پر محمول فرمائیں ـــــ

ایسے حضرات کی خدمت میں پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ عرض ہے کہ توازن و اعتدال جس کی ضرورت کا احساس ولی اللٰہی گلستاں کے خوشہ چینوں اور مثبت دعوتی کام کے میدان میں زندگیاں کھپا دینے والے عاشقان پاک طینت کی طرف نسبت کے طفیل بحمداللہ ہم اطفال مکتب کو بھی ہے، کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایران کے موجودہ انقلاب اور اس کی پشت پر کام کرنے والی شیعہ ذہنیت کے بارے میں ان الفاظ سے زیادہ مناسب اور معتدل کوئی اور لفظ کم از کم ہمارے علم میں نہیں ہے۔

آئندہ صفحات میں جو مضمون آپ ملاحظہ فرمائیں گے اس میں ایرانی انقلابیوں کے متعلق جن امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ان میں سے ہر امر فی نفسہ اتنا اہم ہے کہ اس کے بعد اس کو اسلام کی طرف منسوب کرنا اور اس کے کرنے والوں کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا علمبردار قرار دینا دجل کے سوا اور کچھ نہیں۔

مثال کے طور پر غور فرمائیے کہ ایک ایسے انقلاب کو جس میں توحید کا شعبہ سب سے زیادہ متروک اور بے توجہی کا شکار ہو؟ اور جس میں قبر پرستی، تصویر پرستی، شخصیت پرستی وغیرہ شرک کی تقریباً تمام شکلیں زور و شور سے رائج ہوں اور جس میں نماز جیسے بنیادی رکن کے ساتھ "سرکاری طور پر" تغافل برتا جا رہا ہو؛ اور جس کے قائدین کے زیر سرپرستی بنی اسرائیل کے متعلق نازل ہونے والی قرآنی آیتوں سے مہدی منتظر کے "ورود مسعود" کی بشارت اخذ کی جا رہی ہو یعنی قرآن کی کھلم کھلا تحریف کی جا رہی ہو؛ نیز جس میں ایک طرف تو آج کی دنیا میں سب سے بڑی طاغوتی طاقت روس اور اس کے تمام حلیفوں کے ساتھ دوستی اور رفاقت کے تعلقات نبھائے جا رہے ہوں اور دوسری طرف اسرائیل کے ساتھ بھی پس پردہ سلام و دعا ہو رہی ہو بلکہ وہاں سے اس انقلاب کے لئے آب حیات بھی سپلائی کیا جا رہا ہو اور اس کا اصل نشانہ حرمین شریفین پر تسلط اور وہاں شیعیت کا نفاذ ہو اور اس سب کے ساتھ ثورۃ اسلامیۃ لاشرقیۃ ولاغربیۃ ولاشیعۃ ولاسنیۃ کے پرکشش اور پُرفریب نعرے فلک شگاف آواز میں لگائے جا رہے ہوں تو ایسے انقلاب کو اگر اسلامی کہا جائے اور اس کا سلسلہ نسب ذات نبویؐ اور اہل بیت نبویؐ کے ساتھ بااصرار جوڑا جائے تو کیا یہ "دجل" اور فتنہ انگیزی کے سوا کچھ اور ہے؟ اگر ہاں تو دجل آخر کس شے کا نام ہے؟؟؟

ایرانی انقلاب کے یہی وہ پہلو

ہیں جو اس مضمون میں آپ کے ملاحظہ سے گذریں گے۔

یہاں ایک اور بات کی وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ ہمیں اپنے دائیں بائیں بکثرت ایسے لوگ ملیں گے جو اب تک ایران کے انقلاب کو اسلامی سمجھتے یا کہتے رہے ہیں ـــــ ہماری اس تحریر کا منشا ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم اس دجل کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس کی ذمہ داری میں انہیں شریک سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے انہیں طعن و تشنیع کا ہدف بنانا چاہتے ہیں حاشا وکلا! حقیقت یہ ہے۔ اور اس پر ہمیں پورا یقین ہے کہ اگر مسئلہ کے وہ تمام پہلو اسی تناسب سے ان حضرات کے سامنے واضح ہو جائیں جس تناسب سے توفیق الٰہی نے ہمارے سامنے کر دیئے ہیں تو صحیح بات کے قبول کرنے میں انہیں کوئی تردد نہ ہوگا ـــــ حق کو غالب اور باطل کو مغلوب دیکھنے کی تمنا ہی کی وجہ سے جو یقیناً ایک مبارک تمنا اور ایمان کی علامت ہے ہمارے بہت سے بھائیوں کو ایرانی کے انقلاب کے ساتھ ہمدردی ہوئی ـــــ لیکن جب یہ بات ان حضرات کے سامنے اطمینان بخش طریقہ پر آ جائے گی کہ ایران میں ایک باطل کی جگہ حق نہیں بلکہ ایک دوسرا باطل ہی آیا ہے جو دو رُخا ہونے کی وجہ سے زیادہ خطرناک ہے تو انہیں اس کی تائید سے ہرگز کوئی دلچسپی نہ رہے گی۔

جس طبقہ کا ان آخری سطور میں ذکر کیا گیا ہے وہ خصوصاً ہمارے نوجوان بھائیوں میں بڑی تعداد میں موجود ہے اور اس کا حق ہے کہ ہمیں جو کچھ معلوم ہے اس سے اسے باخبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور توفیق کی امید رکھیں کہ وہ مقلب القلوب ہے!!

آخر میں ایک بات یہ عرض کرنی ہے کہ اس میں جو مضمون آپ ملاحظہ فرمائیں گے اس سے بنیادی نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ ایران کا انقلاب جس کو اپنے اصل ہدف کے اعتبار سے بہت وسیع ذہن کا حامل کلیتہً اسلامی انقلاب قرار

باقی ۸ پر

بقیہ: احادیث الرسولؐ

ساتھ اخلاق و مروّت اور حسن سلوک سے آگے "حق" کا ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ السلام نے اس حدیث میں اسی طرف اشارہ فرمایا اور دلیل کے طور پر سورۃ بقرہ کی آیت ۱۷۷ پڑھی جب کہ سورۃ ذاریات میں آیت ۱۹ اور سورۃ معارج میں آیات ۲۴ اور ۲۵ بھی اسی ضمن میں آتی ہیں۔ سورۃ ذاریات اور معارج میں "حق" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور حضور علیہ السلام بھی یہاں "حق" کا لفظ استعمال فرما رہے ہیں۔

حق کا معنی ہے وہ ذات جو حکمت کے اقتضا کی بناء پر کوئی چیز ایجاد فرمائے، اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ "حق" ہیں ـــــ وہ چیز بھی حق ہے جو حکمت کے اقتضا کے طور پر ایجاد کی گئی ہو ـــــ اللہ تعالیٰ کی جملہ مخلوقات اس اعتبار سے حق ہیں کسی چیز کے متعلق ایسا اعتقاد رکھنا جو نفس الامر کے مطابق ہو وہ بھی حق ہے اور وہ قول اور فعل بھی حق ہے جو اس طرح واقع ہو جس طرح اس کا ہونا ضروری ہے ـــــ اس اعتبار سے حق کا لفظ بہت اہم ہے اور اس سے آگے قرآن "العفو" کا لفظ استعمال کرتا ہے جس کا معنی حاجت سے زائد ہے اور قرآن اسی عنوان سے کہتا ہے "قل العفو" اے نبیؐ! خرچ کی مقدار پوچھنے والوں کو فرمائیں ـــــ حوائج اصلیہ اور ضروریہ سے زائد خرچ کر ڈالو ـــــ اس لحاظ سے محض چالیسواں حصہ زکوٰۃ، فطر، عشر اور قربانی پر اکتفا یا تجاہل عارفانہ ہے یا بد دیانتی۔ اور اسی وجہ سے معاشرہ افراتفری اور طبقاتی کش مکش کا شکار ہو کر کفر و الحاد کی گود میں جا رہا ہے۔ اگر "العفو" میں پوشیدہ رمز کا لحاظ کر لیا جائے تو معاشرہ خیر و برکت کے حساب سے جنت بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عقل دے اور توفیق عمل دے۔

اصلاحِ معاشرت

مولانا احتشام الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

اسبابِ فساد اور علاج کی تدابیر

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

فضائل و محاسن، خوبیوں اور بھلائیوں کے مجموعہ کا نام "مسلمان" تھا۔ اسلاف نے ان اوصاف کو اپنے میں پیدا کیا اور مسلمان کہلائے۔ اخلاف کو یہ اوصاف ورثہ میں ملے۔ اور انتہائی فراوانی کے ساتھ ملے مگر انہوں نے بزرگوں کے سرمایہ کو لٹایا اور نہایت بے دردی اور ناتجربہ کاری کے ساتھ لٹایا۔ نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا کہ اصلی سرمایہ دار تہیدست ہو گئے تجوریاں اب بھی وہی ہیں مگر خس و خاشاک سے بھری ہوئی ہیں۔ صورت اب بھی وہی ہے مگر سیرت بدلی ہوئی۔ نام اب بھی وہی ہے مگر ع

بد نام کنندۂ نکو نامے چند

اب یا تو اس نام کو بدلا جائے یا اس کی حقیقت کو معلوم کیا جائے اور مسمیٰ تک پہنچا جائے۔ نام کو بدلنا بھی دشوار اور اس خود فراموشی کے عالم میں حقیقت کو پانا اور مسمیٰ تک پہنچنا بھی دشوار ہے۔ ــہ

دور ہے منزلِ عرفانِ خودی اور یہاں
بیخودی کا ہے یہ عالم کہ خدا یاد نہیں

پہلی ضرورت یہی ہے کہ ہوشیار ہوں، غفلت سے بیدار ہوں اور اپنی حالتِ زار کا احساس پیدا ہو جو مریض اپنے کو تندرست اور توانا سمجھ رہا ہو اس سے علاج پر آمادہ ہونے کی کیا توقع؟ اور جب مرض کا مداوا نہ ہو تو صحت کی کیا اُمید!

کہتے ہیں یہ سب "جدید تعلیم" کے اثرات ہیں یہ کہنے اور سمجھنے والے ایک حد تک حق بجانب بھی ہیں مگر پورا الزام جدید تعلیم کے سر لگانا سراسر ہٹ دھرمی اور ناانصافی ہے۔ دراصل اس کے کچھ اور ہی بنیادی اسباب ہیں۔ ہاں مگر نئی تعلیم نے بھی اس پر روغن چڑھایا اور سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ ورنہ اب سے پہلے بھی ہم نے غیروں کے علوم و فنون کو حاصل کیا اور انتہائی فراخ حوصلگی سے ان کو اپنایا۔ فلسفہ و منطق، ریاضی، نجوم، ہندسہ، طب، رمل، جفر وغیرہ سب دوسروں ہی کے سرمایہ ہیں جن پر ہم نے قبضہ جمایا تھا۔

قابلِ ذکر زبانوں میں دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں جس کو مسلمانوں نے نہ سیکھا ہو۔ اور اس میں مہارت پیدا نہ کی ہو۔ پھر انگریزی زبان میں وہ کیا خرابی ہے جس کی وجہ سے اس کو "شجرِ ممنوعہ" قرار دیا جائے اور اس کے زہریلے اثرات سے پناہ مانگی جائے ـــ؟

انگلش[1] محض ایک زبان ہے اور زبانوں کی طرح اس کو بھی سیکھنے اور سکھانے میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ دیگر زبانوں کی ہی طرح محض زبان دانی کے لئے اور اس سے صحیح کام لینے کے لئے اس کو حاصل کیا جائے۔ یعنی خود اس پر قبضہ جمایا جائے اپنے کو اس کے قبضے میں نہ دیا جائے۔ ہمارے اسلاف نے اغیار کی جن چیزوں کو حاصل کیا ان کو پہلے اپنایا اپنے رنگ میں رنگین کیا اور پورے طور پر اسلامی رنگ چڑھا کر اسلام کا خدمت گذار بنا دیا۔ آج جس زبان کو ہم سیکھ رہے ہیں اس کو اپنانے کے بجائے خود اس میں بہے جا رہے ہیں۔ اسی میں رنگے جا رہے ہیں۔ اپنا رنگ اتر رہا ہے، دوسروں

[1] ہندی کے متعلق بھی یہی سمجھنا چاہئے۔

کا رنگ چڑھ رہا ہے اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ہم اپنی ہستی کھو بیٹھے، اور دیکھنے والے کو ہمارے اندر غیر کا ہی جلوہ نظر آتا ہے۔ گھر ہمارا انگریزی، لباس ہمارا انگریزی، صورت ہماری انگریزی، کھانا ہمارا انگریزی، غرض ہر جگہ ہر بات میں فرنگیت موجود اور اسلامیت مفقود۔ پھر اگر اسلام مٹ رہا ہے تو اس میں قصور کس کا؟ ہم خود ہی اپنے کو مٹا رہے ہیں اور خود ہی واویلا کر رہے ہیں "از ماست کہ بر ماست" آزادی کے خواہشمند جب تک ان بندھنوں سے آزاد نہ ہوں گے خود مختار نہ ہوں گے۔ جس رگ و ریشہ میں غلامی سمائی ہوئی ہو بال و پر میں طاقت پرواز نہ ہو اس کو کوئی کس طرح آزاد کر سکتا ہے۔؟

اسلام کا عروج اور سربلندی

اسلامی باتوں کے عروج اور سربلندی پر موقوف ہے۔ جب خود مسلمان ہی اسلامی باتوں سے کنارہ کش ہو رہے ہوں تو اسلامی سربلندی ان سے ہمکنار نہیں ہو سکتی اور زبردستی یہ دولت ان کے سر نہیں تھوپی جا سکتی، ہاں خدا کو اپنے دین کی حفاظت ضرور کرنی ہے۔ اگر ہم دین کو چھوڑ دیں گے تو وہ کسی دوسری قوم کو بھیجے گا جو اس نعمت کی قدر کرے گی۔ اور اس کے دین کی نگہبانی کرے گی۔ اور صحیح معنی میں مسلمان کہلانے کی مستحق ہوگی اور ہماری طرح بے کردار اور بے پرواہ نہ ہوگی۔ ارشاد ربّانی ہے۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ۔ (سورۂ محمدؐ)

اور اگر تم دین سے پھر جاؤ گے تو بدل دے گا اللہ کسی قوم کو تمہارے سوا پھر نہ ہوں گے وہ تم جیسے۔

پہلے زمانہ میں بھی شاگرد بوعلی سینا۔ ارسطو اور فارابی کی خرافات بھی پڑھتا تھا۔ مگر جب گھر پہنچتا تو سارے ماحول کو اسلامی پاتا در و دیوار تک پر اسلامی رنگ دیکھتا اس لئے ماحول کے اثرات ہی غالب رہتے۔ لیکن آج شاگرد استاد سے درس قرآن لے کر گھر لوٹتا ہے تو سارے ماحول کو غیر اسلامی پاتا ہے، ہر چیز میں فرنگیت، کا رنگ دیکھتا ہے اسی لئے اس میں خود بھی گم ہو جاتا ہے۔ ع

ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد

ماحول اور سوسائٹی کے اثرات کا مقابلہ صرف علمی باتوں اور اچھی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے سے نہیں ہو سکتا ہے۔

پہلی تربیت گاہ اور اول درسگاہ بچوں کا اپنا گھر اور والدین کی آغوش ہے گھر والے بچوں کو جس رنگ میں چاہیں رنگ سکتے ہیں۔ جس سانچہ میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں۔ بگاڑ بھی سکتے ہیں سنوار بھی سکتے ہیں۔ یہ ابتدائی نقوش انمٹ نشان ہوتے ہیں۔ جو سدا کو ساتھ رہتے اور پوری تعلیم و تربیت بلکہ ساری زندگی اسی کے موافق ڈھلتی جاتی ہے۔ جب یہ نقوش اولین ہی بدنما داغ ہوں اور اصلی تربیت گاہ ہی تمام خرابیوں کا گہوارہ ہو تو پھر آئندہ صلاح و فلاح کی کیسے توقع کی جا سکتی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ پہلے اس گہوارہ کو سنوارا جائے اور اپنے گھروں کو درست کیا جائے تاکہ ہر بات سے اسلام اور اسلامی شان نمایاں ہو۔ اور ہر چیز پر اسلامی رنگ غالب ہو۔ پھر بچوں پر یہ رنگ چڑھے گا اور ایسا چڑھے گا کہ کوئی مخالف سے مخالف تعلیم انشاء اللہ اس رنگ کو مٹا نہ سکے گی۔

اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس خانہ بربادی کے اسباب کیا ہیں۔ اور کن راستوں سے یہ آفتِ ناگہانی ہمارے گھر میں داخل ہوئی تاکہ ان اسباب کو ترک کیا جائے اور ان راستوں کو مسدود کیا جائے۔

فساد اور گمراہی کے راستے

۱۔ ناول، افسانے، ڈرامے وغیرہ

سب سے بڑی آفت جو شریف خاندانوں پر نازل ہوئی مخربِ عادات ناول اور افسانے ہیں ڈاک کی سہولتوں نے ان رسالوں کو ہر شہر ہر قصبہ ہر گاؤں میں گھر گھر پہنچا دیا جس کے باعث شاذ و نادر ہی کوئی قدامت پسند گھر ایسا نکلے گا جو ان کی گمراہی سے محفوظ ہوگا۔ ورنہ تقریباً ہر جگہ آپ ان کے مسموم اثرات پائیں گے جو بڑوں اور

چھوٹوں کے دل و دماغ کو ماؤف کئے ہوئے ہیں۔

عموماً ان ادبی افسانوں میں زندگی کا ایسا شرافت سوز مگر دلکش اور ساتھ ہی محض فرضی تخیل ذہن نشین کرایا جاتا ہے جو شاذو نادر ہی کسی کو نصیب ہو۔ انہی خیالات اور جذبات کے ساتھ دماغ کی پرورش ہوتی ہے۔ دلی آرزو ایسی خوشگوار عشقیہ زندگی ہوتی ہے جس کا ہونا دشوار گذار نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ساری خیالی آرزوئیں خواب پریشان ثابت ہوتی ہیں اور ساری زندگی انتہائی تلخی اور بدمزگی کے ساتھ گذرتی ہے۔ یہ وہ اثر ہے جو ہو کر رہتا ہے۔ حسن و عشق کی روز افزوں داستانیں بے عصمتی، بے حرمتی، بے حیائی کی وارداتیں جو آئے دن کانوں میں پڑ رہی ہیں انہی ادبی افسانوں کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

میں اس سے ناواقف نہیں ہوں کہ فی نفسہ افسانہ نویسی یعنی کسی مقصد کو قصہ اور سرگذشت کی شکل میں پیش کرنا بری چیز نہیں ہے۔ برائی جو کچھ ہے وہ ان افسانہ نگاروں کی بے راہ روی اور بدذوقی سے پیدا ہوتی ہے جو صحیح اسلامی علم و فہم اور سلامت ذوق سے تہی دست ہیں خود فاسد ماحول کی پیداوار ہیں اور اس لئے ان کے افسانے روح اسلامی کے لئے صرف زہر ہی پیدا کرتے ہیں۔ عموماً ان میں آوارہ جذبات کو برانگیختہ کیا جاتا ہے اور برائیوں کو خوبیوں کے رنگ میں ظاہر کیا جاتا ہے جس سے یہ نتائج عام طور پر پیدا ہو رہے ہیں۔

ا۔ بدچلنی، بدکاری، بے حیائی، مکاری، عیاری پھیل رہی ہے۔

ب۔ افکار و خیالات گندہ و پراگندہ ہو رہے ہیں۔

ج۔ افکار کی پراگندگی کی وجہ سے خانگی زندگیاں تباہ و برباد ہو رہی ہیں۔

د۔ طرز تمدن اور طرز معاشرت بگڑ رہا ہے۔

ر۔ غور و فکر فہم و فراست عقل و شعور کا مادہ فنا ہو رہا ہے۔

س۔ مذہبی، علمی، اخلاقی ذوق کم ہو رہا ہے تفریحات اور خرافات کا شوق بڑھ رہا ہے۔

ایک اور فتنۂ عظیم ان افسانوں سے پہنچا جو آج ملت اسلامیہ کے لئے ناقابل عبور مشکل بنا ہوا ہے۔ اور وہ ازدواجی زندگی کا مرحلہ ہے جس کا آج کل معیار پلٹا ہوا ہے۔ مرد کو بیوی نہیں ایک نازنین رقاصہ کی ضرورت ہے۔ عورت کو خاوند نہیں ہیرو درکار ہے۔ نہ شریف زادوں کی کہیں پوچھ اور شریف زادیوں کی کوئی قدر و قیمت۔ نہ والدین کی پرواہ نہ خاندان کی عزت و آبرو کا خیال۔ جہاں نگاہ لڑی وہیں جنونِ عشق پیدا ہوا اور شریک زندگی ہونے کا عہد و پیمان ہو گیا۔

یہ مصیبت بھی کوئی معمولی مصیبت نہیں۔ شرافت و انسانیت کا سراسر

(باقی ۲۴ پر)

بقیہ : اداریہ

رکھنے والے لوگ وقتی طور پر اقتدار کا مزہ چکھ کر تاریخ کے ایوانوں میں مجرموں کے کٹہرے میں ہوتے ہیں اس لئے ہم "نیک فطرت" اور "شخصی نیکیوں کے رسیا" حکمرانوں سے کہیں گے کہ ۱۹۷۱ء کا المیہ بقول کسے شرابیوں کے ہاتھوں رونما ہوا تو آئندہ رونما ہونے والا المیہ (اللہ نہ کرے) "نمازیوں" کے کھاتہ میں نہ جانا چاہئے عقل و خرد سے کام لے کر حالات کی اصلاح کی فکر کریں اور دوست دشمن میں تمیز کریں —— آپ کو غلط فہمی ہے کہ کسی طبقہ کی اکثریت کوئی قیامت بپا کر دے گی —— قیامتیں بپا ان کے ہاتھوں سے ہوتی ہیں جو مقاصد سے والہانہ لگاؤ رکھتے ہیں، محض خود غرضیوں کے سبب بھیڑ اگر اکٹھی ہو جائے۔ تو وہ کچھ نہیں کر سکتی۔

ہم دعا گو ہیں کہ رب العزت ہم میں سے ہر ایک کو عقل صحیح اور فہم سلیم نصیب فرمائے تاکہ ہم اپنے وجودِ ملی کی بقا کے لئے اپنی ذمہ داریاں محسوس کر سکیں۔ آمین! بحرمۃ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

۱۲ فروری ۱۹۸۴ء

شمالی علاقے کے مسلمان اور ہماری ذمہ داریاں

آغاخانیوں کے زیر زمین منصوبے

ایک لمحۂ فکریہ

مولانا محمد عبید اللہ چترالی فاضل حقانیہ —— پشاور

زمانۂ قدیم سے اہلِ حق کا باطل کے ساتھ مقابلہ چلا آ رہا ہے۔ قانونِ قدرت ہے کہ جب تک حق باطل کے مقابلے میں میدان میں نہیں آتا تو باطل عروج پاتا ہے۔ مگر جونہی حق میدان میں اترتا ہے تو باطل زوال پذیر ہوتا ہے۔ حق و باطل کا یہ فطری معرکہ اسلامی تاریخ میں بھی جاری و ساری رہا۔ اسلام کے عروج و شباب ہی کے دور میں بعض شریر لوگ اسلام کے لبادے میں مختلف سازشوں میں مصروف رہے۔ جب بھی ان کو موقع ملا مختلف شکلوں میں نمودار ہوئے۔ ان میں سب سے زیادہ خطرناک وہ طبقہ تھا جو اسمعیلی نام سے ظہور پذیر ہو۔ اس طبقے کے باطل باطنی عقائد لکھنے کے لئے تو ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ یہاں مختصراً ان کی صرف ان سیاہ کاریوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو انہوں نے محض اسلام دشمنی کی بنا پر مسلمانوں سے روا رکھیں۔ اسماعیلی فرقہ کی اسلام دشمنی کے سنگین واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ تاہم اسماعیلی فرقہ کے سیاہ کاروں میں سب سے خطرناک اور مہیب چہرہ حسن بن صباح کا تھا جو تقریباً ۱۰۳۴ء میں مشرقی ایران میں پیدا ہوا۔ یہ اسماعیلی فرقہ کا ایک مشہور داعی اور مشنری ہو گذرا ہے۔ اس نے اسلام کے لبادے میں عام مسلمانوں، علمائے کرام اور زعمائے اسلام کو قتل کرنے کا مکروہ منصوبہ بنایا۔ اس مقصد کے لئے یہ اپنی باطنی جماعت کے فدائین کو "الموت" کے پہاڑی علاقے میں مصنوعی جنت کا لالچ دے کر تربیت دیتا رہا۔ اس طرح انہوں نے زعمائے اسلام کا اس طرح قتلِ عام کیا کہ جب چنگیز مسلمانوں کے خلاف حملہ آور ہوا تو مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے کوئی ایسی قد آور اور باصلاحیت شخصیت موجود نہیں رہی تھی جو مسلمانوں کی منتشر قوتوں کو مجتمع کر کے چنگیزی یلغار کا مقابلہ کرتی۔ اس کا جو نتیجہ نکلا اس کا احساس مشکل نہیں۔

اسماعیلیوں کی اسلام دشمنی کا مظاہرہ صلیبی جنگوں میں بھی اپنی کامل قوت کے ساتھ دیکھنے میں آیا۔ ان جنگوں کے دوران جب صلیبیوں نے شام پر حملہ کیا تو وہاں کے اسماعیلیوں نے مسلمانوں کے خلاف ان کا ساتھ دیا۔ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ اسماعیلیوں نے صلیبی جنگوں کے خلاف لڑنے والے مجاہد "سلطان صلاح الدین ایوبی" کو بھی قتل کرنے کی سازش کی تھی مگر وہ اس مذموم منصوبے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

فتنۂ تاتار کے آغاز میں بھی اس فرقہ نے مسلمانوں کے قتلِ عام میں تاتاریوں کی مدد کی۔ گویا انہوں نے مسلمانوں کے قتلِ عام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ان کی طرف سے مسلمانوں کا قتلِ عام اس وقت تک جاری رہا جب تک قلعہ الموت چنگیزیوں کے ہاتھوں تہس نہس نہیں ہوا۔ قلعۂ "الموت" فتح ہونے کے بعد اسماعیلیوں کی مصنوعی جنت کا پول کھل گیا۔ ان کی قوت منتشر ہو گئی اور اس فرقہ کے افراد مختلف پہاڑیوں میں چھپ گئے اور اپنی عادات اور تعلیمات کے مطابق مسلمانوں کے خلاف اپنا سلسلۂ عمل جاری رکھا۔

مگر منظم طریقے سے ان کو پھلنے پھولنے کا موقع نہیں ملا۔ اس دوران اس فرقہ کے پیشوا ضعیف العقیدہ لوگوں کو گمراہ کرکے اپنے خود ساختہ دامنِ تقدس میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے رہے اور اس طرح ان سے مادی مفادات حاصل کرتے رہے۔ اس مفاد پرستی کی وجہ سے ان کے کئی فرقے وجود میں آئے۔ جن میں آغا خانی، نصیری، دروزی اور بوہرہ زیادہ مشہور ہیں۔

ان سب فرقوں میں اول الذکر اسماعیل فرقہ "آغا خانی" زیادہ منظم ہے۔ مختلف ملکوں کے اسماعیلیوں کو آغا خان کی امامت پر متحد کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور مال وزر کے سہارے ان کو اس مقصد میں کامیابی بھی ہوئی۔ آغا خانیوں کو منظم کرنے میں انگریزوں کا بڑا ہاتھ رہا۔ انہوں نے ہی مختلف ملکوں کے اسماعیلیوں کی مردم شماری کرکے آغا خان کے جھنڈے تلے جمع کیا اور ابھی تک اکثر اسماعیلی ان کی امامت پر متفق ہیں۔

باطنیت کی اشاعت اور آغا خانیوں کے چند تارہائے عنکوت

جب یہ فرقہ طاقتِ زر میں خود کفیل ہوا تو زندگی کے مختلف پہلوؤں میں باطنیت کی اشاعت کے جال پھیلا دیئے۔ مذہب کی اشاعت اور تبلیغ کا سارا کام زیرِ زمین منصوبوں کے ذریعے انجام دینا اور اصولی عقائد کو مخفی رکھنا اس فرقے کے بنیادی عقائد میں شامل ہے۔ ان کو باطنی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ اس ضمن میں ان کے اشاعت مذہب کے چند رازہائے سربستہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تاکہ ان کے مکروہ عزائم بے پردہ ہٹ سکے۔

تعلیم

سب سے پہلے آغا خان نے اپنے فرقہ کے لوگوں کی تعلیم پر توجہ دی۔ تعلیم کا محکمہ قائم کر دیا گیا۔ جس کا باقاعدہ ڈائرکٹریٹ ہے۔ جس کا تمام عملہ آغا خانی ہے۔ جو آغا خوانی جماعت خانوں میں تربیت پاتا ہے یہ اپنے جماعت خانوں میں اسکولز کھول کر یا جہاں آبادی کی اکثریت آغا خانی ہے پرائیویٹ سکولز قائم کرکے تعلیم کا ایک علیحدہ اور مستقل نظام چلا رہے ہیں۔ تعلیم کا یہ سلسلہ سکولز سے لے کر اعلیٰ تعلیم تک جاری ہے۔ حال ہی میں قائم ہونے والا آغا خان میڈیکل کالج کراچی بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کے علاوہ عام سکولوں اور کالجوں میں بھی اسماعیلی طلباء کو آغا خان کی طرف سے مناسب وظیفہ ملتا ہے۔ اکثر گورنمنٹ سکول (جو دیہات میں ہیں) کے ساتھ آغا خان کی طرف سے ایک ہاسٹل ہوتا ہے جس میں اسماعیلی طلبہ کے قیام وطعام کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ اور ان میں باطنی عقائد کی بھی خوب تعلیم دی جاتی ہے۔ اس طرح اس سے نکلنے والے طلباء نمک حلالی کے طور پر آغا خان کے سچے پیروکار اور باطنی مذہب کی اشاعت کے روحِ رواں بن جاتے ہیں۔

حکومت کی چشم پوشی

جب ستم ظریفی یہ ہے کہ سرکاری ملازمت میں بھرتی کے دوران ان مسلمان دشمنوں اور سچے مسلمانوں کے درمیان تمیز نہیں۔ یہاں تک کہ ایسے عہدوں پر بھی جو خاص مذہبِ اسلام سے تعلق رکھتے ہیں یہ باطل عقائد کے پروردہ گھس آتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے عقائد میں تذبذب پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی ایک روشن مثال یہ ہے۔ کہ گورنمنٹ کالج چترال میں اسلامیات کے لیکچرار کی اسامی پر ایک اسماعیلی مقرر تھا جو وہاں کے ہنگامے کے بعد از روئے مصلحت وہاں سے تبدیل کر دیا گیا۔ اور اب بھی دوسری جگہ اسی اسامی پر کام کر رہا ہے۔ ایسے عہدوں تک ان کی رسائی دراصل اس وجہ سے ہوتی ہے کہ حکومت ان کے زیرِ زمین منصوبوں سے اور ان کے عقائد سے قطعی بے خبر ہے۔ اس ٹولے کو اس حد تک کامیابی ہوئی ہے کہ عالمی اسلامی بنک جیسے خالص اسلامی اداروں میں بھی یہ فرقہ اپنے آدمی بھرتی کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ حالانکہ بہت سے مسلم ممالک جیسے سعودی عرب، کویت وغیرہ میں اس فرقے پر پابندی ہے۔

انتظامیہ

ان کے اس مخصوص شعبۂ تعلیم کے بعد دوسرا اہم شعبہ انتظامیہ کا ہے جو ان کے مفادات اور باطنی مذہب کی اشاعت کے لئے زیرِ زمین کام کرتا ہے۔ خصوصاً ان علاقوں میں جہاں اکثریت آغا خانیوں کی ہوتی ہے انتظامیہ کی تمام مشینری آغا خانیوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ان کی مختلف سطح پر تنظیمیں اور کونسلیں ہیں۔ جن کو آغا خان کی طرف سے باقاعدہ ہدایات ملتی رہتی ہیں کہ اسماعیلیوں کے جملہ معاملات کا تصفیہ اپنے ہی (اسماعیلی) کونسلروں سے کرایا جائے۔ انہیں حکومت کی انتظامیہ اور عدالت میں پیش نہ کیا جائے۔ چونکہ یہ تنظیمیں مرکز سے لے کر دیہات تک مختلف سطحوں پر مصروفِ کار ہیں اس لئے اسماعیلی آبادی میں حکومت کی انتظامیہ محض بے کار ہے۔

رفاہِ عامہ

عام لوگوں کو متاثر کرنے کے لئے فلاحِ عامہ کے ادارے بھی ہیں۔ جن میں صحت کا محکمہ قابلِ ذکر ہے۔ جو اسماعیلی علاقوں میں بھرپور کام کر رہا ہے۔ جگہ جگہ ہسپتال اور ڈسپنسریاں کھولی گئی ہیں جن میں مفت علاج معالجے کی سہولتیں میسر ہیں۔ ان ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کا سارا عملہ اسماعیلی ہے۔ جو اس مقصد کے ٹریننگ شدہ ہے۔ اور اپنی دوسری ذمہ داریوں کے ساتھ آغا خانیت کا پرچار بھی کرنا ہے۔ اس طرح فلاحِ عامہ کے پردہ میں ان کی تمام تگ و دو باطنی عقائد کی اشاعت کے لئے ہوتی ہے۔ فلاحِ عامہ کے جو کام ان کی طرف سے کئے جاتے ہیں ان میں عام لوگوں کی مالی امداد شامل ہے۔ یہ مالی امداد گلگت اور چترال جیسے اسماعیلی آبادی کی معتدبہ تعداد رکھنے والے علاقوں میں تقسیم کی جا رہی ہے۔ یہ امداد پہلے پہل گندم، خشک دودھ، گھی وغیرہ کی صورت میں صرف آغا خانیوں کو مل رہی تھی۔ مگر اب مصلحت کے طور پر مسلمانوں کو بھی دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ مگر عام مسلمان اسے آغا خانی چال قرار دے کر مسترد کر رہے ہیں۔

آغا خان فاؤنڈیشن

اشاعتِ آغا خانیت میں آغا خان کا اہم اور آخری حربہ آغا خان فاؤنڈیشن کا قیام ہے۔ جس کا مقصد عام لوگوں کی فلاح اور بہبود ہرگز نہیں بلکہ درحقیقت یہ لوگ اس کے سہارے کسی مناسب موقع اور مقام پر الگ باطنی سٹیٹ قائم کرکے اپنی کھوئی ہوئی شہرت بحال کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ یہ فاؤنڈیشن شہروں کی بجائے گلگت اور چترال جیسے پسماندہ علاقوں کی طرف اس لئے توجہ دے رہی ہے کہ ان علاقوں کے لوگوں کی غربت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اگر ان علاقوں کے لوگ آغا خانی نہ بنیں تو کم از کم ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ بھی نہ بنیں۔ اس فاؤنڈیشن نے چترال میں تیزی سے کام شروع کیا ہوا ہے۔ لوگ سرکاری ملازمتیں چھوڑ کر اس میں ملازم ہونے کی کوشش کر رہے اور تعمیر و ترقی کے نام پر یہ فرقہ اپنا سکہ جمانے میں مصروف ہے۔

اشتراکیت پسندی

آغا خان فاؤنڈیشن کا قیام چترال جیسے پسماندہ علاقے میں عمل میں لایا گیا ہے۔ اس کی وجہ جہاں چترال کے عوام کی غربت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر انہیں اپنے دین سے بیگانہ کرنا ہے وہاں اس کی سیاسی اور کئی دوسری وجوہات بھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ آغا خانی لادینیت کی وجہ سے اشتراکیت پسند ہیں اور چترال کا علاقہ ایک اشتراکی ملک "روس" سے لگا ہوا ہے۔ ضرورت کے موقع پردہ روس سے مدد حاصل کر سکتے ہیں۔ آغا خانیوں کی اشتراکیت پسندی کا بین ثبوت یہ ہے کہ افغانستان میں واخان کے علاقہ پر روس اس لئے آسانی سے قبضہ کرنے میں کامیاب ہوا ہے کہ وہاں کی آبادی آغا خانی ہے۔ افغانستان میں یہ وہ واحد علاقہ ہے جہاں روس نے بغیر مزاحمت کے قبضہ کیا ہے۔ جب کہ افغانستان کے دیگر علاقوں میں روس کو زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور خود ساختہ سپر پاور کی ساری انانیت خاک میں مل گئی ہے۔

آغا خانی طبقہ کی اشتراکیت پسندی کی دوسری مثال یہ ہے کہ گذشتہ سال آغا خان نے چیکوسلواکیہ کا دورہ کیا حالانکہ چیکوسلواکیہ میں کوئی آغا خانی آبادی نہیں اور یہ کہ یہ ایک اشتراکی ملک ہے۔ جس کے دورہ کرنے کا مقصد

تجارتی امور بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ اس دورے میں آغا خان نے روس کے ساتھ بالواسطہ مذاکرات کرنے کی کوشش کی ہو گی تاکہ مجوزہ سٹیٹ کے بارے میں گفت و شنید ہو سکے۔ الغرض آغا خانیت کے استحکام اور آغا خانی سٹیٹ کے قیام کی زیر زمین جو کوشش ہو رہی ہے اس کے متعلق پاکستان کے جید علماء صدر مملکت کو آگاہ کر چکے ہیں اور یہاں تک واضح کر چکے ہیں کہ آغا خان مختلف تنظیموں اور فلاحی اداروں کے پس پردہ آغا خانی سٹیٹ کی جو منصوبہ بندی کر رہے ہیں اس مجوزہ اسٹیٹ کے لئے پرچم اور تخت تک تیار ہو چکے ہیں۔ علمائے کرام باوثوق ذرائع اور ٹھوس شواہد کی بنیاد پر جناب صدر مملکت سے اس سلسلہ میں اعلیٰ سطحی تحقیقات کا مطالبہ بھی کر چکے ہیں۔

حکومت پاکستان اور مسلمانان پاکستان خصوصاً علمائے کرام کا یہ فریضہ ہے کہ وہ آغا خانیوں کے اس فتنے کی طرف خاص توجہ دیں جو مختلف اداروں کے پس پردہ کام کر رہا ہے اور تباہ کاریوں سے تمام تاریخ بھری پڑی ہے۔ اس فتنہ سے غفلت برتنے کا معنیٰ یہ ہے کہ انہیں پھر اقتدار نصیب ہو اور اس کے سہارے پھر سے اسلام دشمنی کا اس طرح آغاز کریں جیسا کہ حسن بن صباح کے زمانہ میں انہوں نے کیا تھا۔

فوجی فورس

یہاں مختصراً یہ بھی عرض کروں کہ آغا خان نے اسماعیلی جوانوں کی ایک فوجی فورس بھی بنا رکھی ہے۔ جن کی باقاعدہ تنظیم ہے جس کے تحت ان سادہ لوح اور ضعیف العقیدہ جوانوں کو فوجی تربیت دی جا رہی ہے اور ہر قسم کے اسلحے سے لیس کیا جا رہا ہے۔ خصوصاً چترال کے انقلاب کے بعد وہاں کے اسماعیلیوں کو جدید ترین اسلحہ سے لیس کیا جا رہا ہے۔ اس کا مقصد وہی ہے جو "فدائی فورس" بناتے وقت حسن بن صباح نے سوچا تھا۔ یعنی یہ کہ قائدین اسلام اور زعمائے کرام کو قتل کرنا اور عالم اسلام میں خونریزی کے ذریعے دہشت پھیلانا اور اسلامی حکومتوں کا قلع قمع کرنا۔

خدا ان کے حربوں سے اسلام، مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں کو محفوظ رکھے آمین۔ وما علینا الا البلاغ۔

بقیہ : طبی مشورے

فلفل سیاہ ۱۲ عدد (۱۱) الائچی سبز ۵ عدد ـــــ تمام اشیاء ڈنڈے کونڈے میں گھوٹ کر ایک گلاس پانی ملا کر روزانہ صبح سویرے خالی معدہ پئیں۔ امید ہے اس سے تیزابیت اور یرقان کے باقی ماندہ اثرات بھی دور ہو جائیں گے۔

مناسب یہ ہے کہ گردہ کا ایکسرے کرائیں۔ اگر پتھری ہو تو درج ذیل نسخہ استعمال کریں۔

۱۔ نوشادر ٹھیکری (۲) قلمی شورہ (۳) جوکھار (۴) لوٹا سجی (۵) میٹھا سوڈا۔ سب دوائیں ہم وزن پیس کر محفوظ رکھیں اور ایک چمچی (چائے والی) نصف گلاس پانی میں حل کر کے صبح دوپہر شام پئیں۔

دال، چاول، آلو، اروی، گوبھی، دال ماش، انڈہ، بڑا گوشت مرغ، مچھلی، نیز مرچ مسالہ اور خشک میوہ جات سے پرہیز رکھیں مولی، شلغم، گاجر، سلاد، میٹھا انار اور گنے کا رس استعمال کریں۔

انشاء اللہ ان امراض سے نجات پائیں گے۔

بقیہ : اصلاح معاشرت

خاتمہ ہے مگر معاملہ اور آگے بڑھتا ہے چند روز میں طرفین سے یہ عشق کا بھوت اتر جاتا ہے پھر باہم بگاڑ شروع ہوتا ہے بدمزگیاں ہوتی ہیں ناچاقی بڑھتی ہے ناچار مرد کا گوشۂ التفات دوسری جانب ہو جاتا ہے۔ عورت بھی کسی اور کو انتخاب کر لیتی ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے میرے قلم میں یارائے تحریر نہیں۔ مختصر یہ کہ جو نہ ہونا چاہیے تھا وہ سب کچھ ہوتا ہے یہ تاثیر ہے ان افسانوں کی اور ستم ہے افسانہ نگاروں کا۔

(باقی آئندہ)

> "اے بیٹے! اس جماعت کی پیروی کر جو سوائے خداوند تعالےٰ کے کچھ خیال میں نہیں لاتی اور نہ اس کے سوا کچھ سنتے ہیں اور نہ اس کے سوا کچھ دیکھتے ہیں"۔
> (نصائح غوث اعظم)

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے ـــــ مدیر

المسہم المصیب فی الرد علی الخطیب

عربی زبان کی یہ ٹھوس، علمی اور سنجیدہ کتاب الشیخ ابوبکر بن ایوب رحمہ اللہ تعالےٰ کے قلم سے ہے جنہیں اہل تذکرہ نے السلطان الملک المظفر، معز المسلمین، رافع لواء الدین، قامع المبتدعین والمفسدین والباغین جیسے القابات سے یاد کیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ خطیب بغدادی مرحوم نے امام الائمہ، سیدنا ومقتدانا حضرت الامام الشیخ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت قدس اللہ سرہ العزیز کے مثالب پر اپنی کتاب میں ایک مستقل باب لکھ مارا، جو علمی اختلاف کا نہیں بلکہ خواہی نخواہی بغض کا مظہر تھا۔ اہل علم میں علمی اختلاف نہ جرم ہے نہ گناہ، ایسا ہوتا آیا ہے اور اس کا کبھی کسی نے برا نہیں منایا۔ لیکن جب بغض و حسد کی سی صورت پیدا ہو جائے تو پھر انسان دائرہ اعتدال میں نہیں رہ سکتا۔ بدقسمتی سے خطیب مرحوم اسی المیہ کا شکار ہوئے اور تاریخ اسلام کے دور صحابہ کے بعد سب سے بڑے متقن فقیہ، راسخ فی العلم مقتداء اور کروڑوں اسلامیان عالم کے آقا حضرت الامام قدس سرہ پر چھینٹے برسا کر اپنی کتاب کا وزن گھٹایا ـــــ اس صورت حال کے پیش نظر علماء جواب باصواب کی طرف متوجہ ہوئے جن میں سے ایک جواب یہ ہے جو زیر تبصرہ ہے۔

۶۲۱ھ کا یہ عظیم سرمایہ قلمی شکل میں بہت جگہ موجود تھا۔ لیکن حوادث کی نذر ہو گیا۔ تاہم اللہ تعالےٰ کے فضل سے جدہ (سعودی عرب) کے نہایت قابل احترام اور فاضل عالم الشیخ محمد حسین نصیف رحمہ اللہ تعالےٰ کے عظیم ذخیرہ علمی میں اس کا قلمی نسخہ محفوظ رہا ـــــ وکیل احناف حضرت الامام السید محمد انور شاہ کاشمیری قدس سرہ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند نے سفر حج کے زمانہ میں اس نسخہ مبارکہ کا وہاں مطالعہ فرمایا ـــــ اور اس طرح اس کا چرچا یہاں ہوا۔ دار العلوم کے شیخ الادب والفقہ الشیخ البار السید محمد اعزاز علی قدس سرہ سفر مقدس پر تشریف لے گئے۔ اس قافلہ میں اور متعدد اہل علم تھے اور سالار قافلہ امام راشد السید حسین احمد مدنی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ تھے ـــــ سفر پر جاتے ہوئے علامہ کاشمیری نے مولانا اعزاز علی کو اس نسخہ کے نقل کی ہدایت فرمائی ان حضرات کی سعی سے اس نسخہ کی نقل آئی اور ۱۳۴۶ھ میں بڑے اہتمام سے کتب خانہ اعزازیہ دیوبند کے مدیر محترم مولانا السید احمد دیوبندی نے اسے شائع کیا ـــــ پاکستان میں یہ نسخہ ناپید تھا اللہ بھلا کرے نوخیز مکتبہ "دار الکتب العلمیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور" کے ارکان کا کہ انہوں نے اس نسخہ کا فوٹو چھاپ کر اہل علم اور برادران احناف کے لئے ایک گلدستہ فراہم کیا۔ فاضل مصنف نے حضرت الامام قدس سرہٗ کے مناقب سے زیادہ مسائل کی تحقیق پر زور دیا ہے اور شپرہ چشم اس قدوۃ الانام امام کے معاملہ میں جس طرح ٹھوکریں کھاتے اور معترض ہوتے ہیں اس کی نشاندہی کر کے مسائل کو مشرح کیا ہے۔ ان گنت فقہی مسائل کا یہ لازوال مجموعہ ہے ـــــ اللہ کرے

کہ ارباب مکتبہ اس کا اردو ترجمہ بھی کرا دیں ــــــ ہم اہل علم سے اس کے مطالعہ کی زبردست سفارش کرتے ہیں۔

فوائد مکیہ مع حاشیہ توضیحات مرفیہ

از : حضرت القاری محمد شریف صاحب رح
قیمت : -/۱۸ روپے
ملنے کا پتہ : مکتبۃ القراۃ بی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور

تجوید جیسے مبارک ترین فن کی کتابوں میں "فوائد مکیہ" بظاہر ایک مختصر سی کتاب ہے لیکن اس کے فاضل مصنف امام الاساتذہ الشیخ القاری عبدالرحمٰن مکی قدس اللہ سرہ العزیز جلالت شان اور فن میں ان کی گہرائی و گیرائی نے اس مختصر کتاب کو ایسی لازوال شہرت بخشی کہ سبحان اللہ ــــــ ایک عرصہ سے یہ کتاب جملہ مدارس تجوید میں پڑھائی جا رہی ہے۔ اور بہت سے اساتذہ فن نے اس کی اہمیت کے پیش نظر اس پر حواشی لکھے ہیں ــــــ لیکن امام القراء مولانا قاری محمد شریف صاحب قدس سرہٗ کا حاشیہ موسوم بہ "توضیحات مرفیہ" کو تمام حواشی میں وہی مقام حاصل ہے جو ستاروں میں چاند کو۔ حضرت قاری صاحب قرآن کے سچے صادق، ایک جید و محترم استاذ اور ساری عمر کتاب الٰہی کے خادم کے طور پر مصروف عمل رہے تعلیمی و تدریسی تجربات اور مدتوں کی علمی کاوشوں نے جب تصنیفی رنگ اختیار کیا تو اس حاشیہ کی شکل میں وہ سامنے آیا ــــــ اصل کتاب کے حواشی کے ساتھ محشی مرحوم نے ان حواشی کو بھی موقعہ بموقعہ درج کیا ہے جو خود صاحب کتاب حضرت مکی کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے۔ مکی صاحب قدس سرہ کے یہ حواشی انتہائی اہم مسائل پر مشتمل تھے، ان میں سے بعض عربی میں تھے۔ بعض اردو میں۔ اور یہ بالعموم نگاہوں سے اوجھل تھے۔ محشی مرحوم نے مؤلف کے ان حواشی کو شامل کیا ہے جو عربی تھے۔ ان کا اردو ترجمہ کر دیا ہے اور یوں یہ کتاب اس فن سے متعلق ایک نہایت ہی مستند اور جامع کتاب بن گئی ہے ــــــ ظاہری حسن معنوی حسن کی طرح خوب سے خوب تر ہے۔ اس سے اساتذۂ فن اور طلبہ کوئی بھی بے نیاز نہیں رہ سکتا ــــــ قرآنی علوم سے دلچسپی رکھنے والے عام اہل علم بھی بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔ وقت کی اہم ضرورت تھی جو بحمداللہ پوری ہو گئی۔

امید ہے کہ مکتبۃ القرآت اسی معیار خوبی کو قائم رکھے گا اور حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کی تصنیفات، تالیفات، حواشی اور شروح کو اسی خوبی سے طبع کرا کے طلبہ برادری کی ضروریات پوری کرے گا۔

با محمدؐ ہوشیار ــــــ یار کامل

حاجی محمد منیر صاحب قریشی کے یہ دونوں کتابچے نذیر سنز ۴۰۔ ۱۷ اردو بازار لاہور نے طبع کرائے ہیں۔ پہلے کتابچہ کے صفحات ۹۶ ہیں دوسرے کے ۱۴۰۔ پہلے کی قیمت ۷/۵۰، دوسرے کی ۱۳/۵۰۔ دونوں کتابچے حاجی صاحب کے احساسات کے عکاس کے طور پر سامنے آئے ہیں اور ظاہر ہے کہ احساسات کی دنیا الگ نوعیت کی ہوتی ہے۔ بالخصوص جب کہ بنیادی ماخذ نظر میں نہ ہوں اور عام نوعیت کا لٹریچر انسان کے زیر مطالعہ رہے تو ایسے وقت میں اچھا بھلا آدمی بھی احساسات کی ترجمانی میں چوٹ کھا جاتا ہے اسی قسم کی بعض چوٹیں ان کتابچوں میں نظر آتی ہیں۔ بالخصوص پہلے کتابچہ میں جذبات کی رو میں بہہ کر موصوف بعض نازک مسائل کو صاف نہیں کر سکے تاہم حسن نیت کا صلہ تو ہے ہی، اس لئے بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ وہ ذات پاک انہیں اجر سے نوازے اور محمد کریم علیہ السلام کی وساطت سے اس نے جو جادۂ اعتدال بخشا اس پر چل کر انحراف سے بچائے ــــــ نذیر

طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی شیرانوالہ گیٹ لاہور

نزلہ، زکام، قبض

س : بندہ کی عمر ۳۶ سال ہے۔ کافی عرصہ سے نزلہ، زکام کی شکایت ہے۔ معدہ بھی کمزور ہے۔ اجابت باقاعدہ نہیں ہوتی پیٹ میں ہلکا ہلکا درد بھی ہوتا ہے۔ درد کے ساتھ ہوا بھی خارج ہوتی ہے۔ اجابت کھل کر نہیں ہوتی۔ سر میں خشکی بھی ہے، سر اور داڑھی کے بال تیزی سے سفید ہو رہے ہیں، نظر بھی کمزور ہے۔ چشمہ استعمال کرتا ہوں طب یونانی کا کوئی بہترین نسخہ تحریر کریں۔
(عبداللہ، کھارادر، کراچی)

ج : آپ ایک مہینہ درج ذیل نسخہ استعمال کریں۔ اس کے بعد اپنی کیفیت سے مطلع فرمائیں۔ نیز براہ راست جواب کے لئے جوابی لفافہ بھیجیں۔

۱۔ پوست ہلیلہ زرد ۵ تولہ، (۲) پوست ہلیلہ کابلی ۵ تولہ (۳) پوست بہیڑہ ۵ تولہ (۴) آملہ مقشر ۵ تولہ (۵) انیسون ۳ تولہ (۶) برگ سنا مکی ۳ تولہ (۷) گل سرخ ۵ تولہ (۸) نمک سیاہ ۲ تولہ، (۹) بادیان ۳ تولہ۔

سب دوائیں باریک پیس کر ملا لیں۔ روزانہ صبح و شام کھانے کے بعد ۴/۲ ماشہ پانی کے ساتھ کھائیں اور ۴ ماشہ رات سوتے وقت پاؤ بھر گرم دودھ کے ساتھ کھائیں۔

سر میں ہر قسم کے صابن کا استعمال ترک کر دیں۔ اس کے بجائے آملہ خشک ۱ تولہ رات کو پانی میں بھگو دیں اور اس پانی سے سر دھویا کریں نیز بال خشک ہونے پر روغن آملہ بالوں میں لگایا کریں۔ روغن آملہ کی ترکیب یہ ہے کہ پاؤ بھر خشک آملہ سیر بھر پانی میں بھگو کر آگ پر رکھیں جب پاؤ بھر پانی رہ جائے اس میں ایک سیر روغن سرسوں ڈال دیں اور آگ کی آنچ کافی ہلکی کر دیں اور دھیمی آنچ پر پکنے دیں۔ جب پانی خشک ہو جائے اور آملے جلنے لگیں۔ آگ سے نیچے اتار لیں اور تیل چھان کر کسی بوتل میں محفوظ رکھ لیں۔

تیزابیت، یرقان، درد گردہ

س : بندہ پچھلے رمضان المبارک کے آخری عشرے میں معدہ کی تیزابیت کے مرض میں مبتلا ہو گیا تھا۔ جس کے ساتھ ساتھ یرقان بھی ہو گیا۔ انگریزی اور دیسی کافی علاج کرایا ہے۔ ظاہری حالت تو یرقان والی نہیں لگتی لیکن پیشاب کی رنگت اب تک زرد ہے۔ اب کچھ عرصہ سے کبھی کبھی دائیں گردے میں تھوڑا تھوڑا درد بھی ہونے لگا ہے۔ میری عمر قریباً ۲۳ برس ہے۔ مہربانی کر کے کوئی اچھا مفید سا علاج تجویز فرمائیں
منیر احمد صدیقی
خطیب ایس پی آئی ٹی گجرات۔

ج : تیزابیت کے لئے نسخہ ذیل ہفتہ عشرہ استعمال کریں :

۱۔ زرشک ۳ ماشہ (۲) مغز بادام ۷ عدد (۳) چہار مغز ۳ ماشہ (۴) تخم خرفہ ۳ ماشہ (۵) تخم کاہو ۳ ماشہ (۶) تخم کاسنی ۳ ماشہ۔ (۷) خشخاش سفید ۳ ماشہ (۸) بادیان ۳ ماشہ (۹) عناب ولائتی ۱ تولہ (۱۰)۔

(باقی ۲۴ پر)

مولانا تاج محمودؒ کے سانحۂ ارتحال پر

زاہد منیر خان عامر، سرگودھا

اِس دَورِ آخری کا مسلماں چلا گیا ناموسِ مصطفیٰؐ کا نگہباں چلا گیا
جس نے تمام عمر جلائے چراغِ فکر اُس روشنیٔ صبح کا عنواں چلا گیا
قلب و نظر کی روشنی جس سے نہاں رہی چمکا ما چمک کے نیّرِ تاباں چلا گیا
جس نے جنوں کے دشت میں عمریں گذار دیں اس قافلے کا آخری عنوان چلا گیا
نغماتہائے مہر و وفا کی چٹان پر قربان ہو کے پیکرِ ایماں چلا گیا
جس کا وجود غمکدۂ دہر کا جواب ہنستا ہوا وہ مہر فروزاں چلا گیا
فکر و نظر کے زاویے جس کے دراز تھے ہم سے بچھڑ کے منبعِ عرفاں چلا گیا
جس نے دیا تھا ولولہ تازہ قلوب کو مدح گداز خواجۂ گیہاںؐ چلا گیا

پیکاں پہ جس نے اپنی گذاری تمام عمر
نکلا قفس سے جانبِ یزداں چلا گیا



دعائے مغفرت

ہمارے محترم دوست قاری سعید الرحمٰن صاحب (آف بہبودی ضلع اٹک) مہتمم جامعہ اسلامیہ راولپنڈی و ممبر فیڈرل کونسل پاکستان نیز مولانا مفتی احمد عبد الرحمٰن صاحب مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کی والدہ محترمہ (حضرت مولانا عبد الرحمٰن کامل پوری رحمہ اللہ تعالےٰ کی اہلیہ محترمہ) نیز حضرت امیر شریعت قدس سرہ کے دیرینہ نیازمند شیخ منظور الٰہی اینڈ برادر آف بھلوال کی والدہ محترمہ انتقال کر گئیں۔ ہم اپنے ان مخلص دوستوں کے اس صدمہ میں برابر کے شریک ہیں۔ اور دعاگو ہیں کہ اللہ رب العزت ہر دو مرحومین کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ (علوی ـ مدیر خدام الدین)

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱ - لاہور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری G/۲۱/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
۳ - کوئٹہ ریجن بذریعہ چھٹی نمبری ۹۲۹ / ۹-۲۰۷۶۷ D.D مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.۲۴/۲۰-۵۴۱۰ ۳ اپریل ۶۷ء